جلد ۲ | ۲۸ ماہ تبلیغ ۱۳۳۲ھش ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۷۲ھ مطابق ۲۸ فروری ۱۹۵۳ء | نمبر (۸)

"ضروری ہے کہ تاریکی پھیلنے کے وقت میں روشنی آسمان سے اُترے"

مسلمانوں کو نصیحت

از حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

"اے مسلمانو! جو اولو العزم مومنوں کے آثارِ باقیہ ہو۔ اور نیک لوگوں کی ذریت ہو، انکار اور بدظنی کی طرف جلدی نہ کرو۔ اور اس خوفناک وباء سے ڈرو جو تمہارے ارد گرد پھیل رہی ہے۔ اور بے شمار لوگ اس کے دام فریب میں آ گئے ہیں۔ تم دیکھتے ہو کہ کس قدر زور سے دین اسلام کے مٹانے کے لئے کوشش ہو رہی ہے۔ کیا تم پر یہ حق نہیں کہ تم بھی کوشش کرو۔ اسلام انسان کی طرف سے نہیں کہ انسانی کوششوں سے برباد ہو سکے۔ مگر افسوس اس پر کہ جو اس کی بیخ کنی کے لئے درپئے ہیں۔ اور پھر دوسرا افسوس اُن پر ہے جو اپنی عورتوں اور اپنے بچوں اور اپنے نفس کی عیاشیوں کے لئے تو اُن کے پاس سب کچھ ہے۔ مگر اسلام کے حصے کا ان کی جیب میں کچھ نہیں۔ کاہلو! تم پر افسوس! کہ اب تو تم اعلائے کلمۂ اسلام اور دینی انوار کے دکھلانے کی توفیق نہیں رکھتے۔ مگر خدا تعالےٰ کے قائم کردہ کارخانہ کو بھی جو اسلام کی چمکار ظاہر کرنے کے لئے آیا ہے شکر کے ساتھ قبول نہیں کر سکتے۔ اسلام آج کل اس چراغ کی طرح ہے۔ جو ایک صندوق میں بند کر دیا جائے یا اس چشمۂ شیریں کی طرح ہے۔ جو خس و خاشاک سے چھپا دیا جائے۔ اسی وجہ سے اسلام تنزل کی حالت میں پڑا ہوا ہے۔ اس کا خوبصورت چہرہ دکھائی نہیں دیتا۔ اُس کا دلکش اندام نظر نہیں آتا۔ مسلمانوں کا فرض تھا کہ اس کی محبوبانہ شکل دکھلانے کے لئے جان توڑ کر کوشش کرتے۔ اور مال کیا بلکہ خون کو بھی پانی کی طرح بہاتے۔ مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ وہ اپنے غایت درجہ کی نادانی سے اس غلطی میں پھنسے ہوئے ہیں۔ کہ کیا پہلی تالیفات کافی نہیں۔ نہیں جانتے کہ جدید فسادوں کے دور کرنے کے لئے جو جدید در جدید پیرایوں میں ظاہر ہوتے جاتے ہیں۔ مدافعت بھی جدید طور کی ضروری ہے۔ اور نیز ہر ایک زمانہ کی تاریکی پھیلنے کے وقت میں جو نبی اور رسول اور مصلح آتے رہے۔ کیا اس وقت پہلی کتابیں نہیں تھیں۔ سو بھائیو! یہ تو ضروری ہے کہ تاریکی پھیلنے کے وقت میں روشنی آسمان سے اُترے۔ اسی لئے کہ لیلۃ القدر میں خدا تعالےٰ کے فرشتے اور روح القدس اس مصلح کے ساتھ رب جلیل کے اذن سے آسمان سے اُترتے ہیں نہ عبث طور پر بلکہ اس لئے کہ تا مستعد دلوں پر نازل ہوں اور سلامتی کی راہ کھولیں۔ سو وہ تمام راہوں کے کھولنے اور تمام پردوں کے اٹھانے میں مشغول رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ ظلمت غفلت دور ہو کر صبح ہدایت نمودار ہو جاتی ہے۔"

(فتح اسلام)

بھائی عبد الرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔

سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

(کی)

صحت کے متعلق تازہ اطلاع

ربوہ کے مبارک ٹیلیگرام۔ مورخہ ۲۴ر فروری۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے مدظلہ العالی بذریعہ تار اطلاع فرماتے ہیں کہ:۔

"سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی طبیعت خدا تعالیٰ کے فضل سے بہتر ہے۔ گو پاؤں میں درد باقی ہے۔"

احباب اپنے مقدس آقا و امام ہمام ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت، درازیٔ عمر اور مقاصد عالیہ میں فائز المرام ہونے کے لئے دعائیں جاری رکھیں۔

اخبار قادیان

۱۔ خدا کے فضل و کرم سے تمام درویشان قادیان بخیریت ہیں۔ اور خدمت دین میں مصروف ہیں۔

۲۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مورخہ ۱۶ر فروری کو ایک ماہ کے لئے دہلی کے رستہ پاکستان تشریف لے گئے۔ اور بفضلہ تعالیٰ بخیریت پہنچ گئے۔ خدا تعالیٰ آپ کو بخیریت واپس لائے۔

۳۔ مورخہ کو عزیز محمد صاحب مقبول درویش قادیان کے ہاں لڑکا تولد ہوا۔ خدا تعالیٰ نومولود کو نیک اور خادم دین بنائے۔

۴۔ مورخہ ۲۰ر فروری بعد نماز جمعہ مسجد اقصیٰ میں چند احباب نے پیشگوئی مصلح موعود کے اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ اور اس مقدس تقریب میں تمام درویشان نے حصہ لیا۔

۵۔ مورخہ ۲۳ر فروری صبح دس بجے کی گاڑی جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب فاضل قادیانی اپنی شادی کے سلسلہ میں مونگھیر تشریف لے گئے۔ آپ کے ہمراہ اڑیسہ کے دونوں جونیئر مبلغ مولوی فضل عمر صاحب کٹکی اور مولوی سید محمد موسیٰ صاحب بھی اسی روز واپس اڑیسہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ دونوں اصحاب جلسہ سالانہ کے موقعہ پر مزید تعلیم کے لئے قادیان تشریف لائے تھے۔

درخواستہائے دعا

۱۔ میرے چھوٹے بھائی عزیز مسعود احمد کا جماعت ہشتم کا امتحان اور میرے نسبتی برادر عزیز محمد امین صاحب باجوہ میٹرک کا امتحان دے رہے ہیں دونوں کی نمایاں کامیابی کیلئے درخواست دعا ہے۔ ۲۔ میری چھوٹی بہن رضیہ بیگم کچھ عرصہ سے ڈبل نمونیہ کی وجہ سے بیمار ہے۔ اسکی صحت یابی کیلئے دعا کی درخواست ہے (منظور احمد چیمہ محرر دفتر محاسب سلسلہ)

باغ بہشتی مقبرہ قادیان کا تقدس

جناب ڈائرکٹر صاحب آبادکاری پنجاب گورنمنٹ جالندھر اپنی چٹھی نمبر L.R.I/Qadian 468/L.R.C مورخہ ۲/۹/۱۹۵۲ بنام پریذیڈنٹ صاحب انجمن احمدیہ صوبائی کشمیر سرینگر میں لکھتے ہیں کہ:۔

"حکومت پنجاب قادیان کے اس مقدس باغ کو جس میں بہشتی مقبرہ واقع ہے احمدیہ جماعت کے مذہبی جذبات کے پیش نظر اور اس باغ کے تقدس کے پیش نظر مذہبی ادارہ قرار دے چکی ہے اور اس کو مستقل الاٹمنٹ سے مستثنیٰ کر چکی ہے۔"

اس باغ کا قبضہ صدر انجمن احمدیہ کے پریذیڈنٹ کے پاس ہے۔ لہذا کشمیر کی صوبائی انجمن کا اس بارہ میں خدشہ کسی بنیاد پر مبنی نہیں۔"

نوٹ:۔ مندرجہ بالا جواب صوبائی انجمن احمدیہ کشمیر کے اس پروٹسٹ کے جواب میں موصول ہوا ہے۔ جو انہوں نے اس مقدس باغ کے متعلق ایک مقدمہ کی وجہ سے جواب ختم ہو چکا ہے۔ گورنمنٹ کو بھجوایا تھا۔

(بدر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ — ھو الناصر

پیغام امام بنام جماعتہائے انڈونیشیا

فرمودہ سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

برادران جماعت احمدیہ انڈونیشیا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کی سالانہ کنونشن عنقریب ہونیوالی ہے۔ اور مجھ سے کہا گیا ہے کہ میں اس کے لئے ایک پیغام لکھ کے بھجواؤں۔ اس وقت طبیعت کی خرابی کی وجہ سے میں زیادہ لمبا پیغام نہیں لکھوا سکتا۔ مختصراً میں اس بات پر خوشی کا اظہار کرتا ہوں کہ میرے سال گذشتہ کے پیغام کے نتیجہ میں جماعت انڈونیشیا نے دو ترقیاں تو یقیناً کی ہیں۔ ایک تو یہ کہ ان کا بجٹ شاندار طور پر ترقی کر گیا ہے ہمیں اس ترقی پر مغرور تو نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ کام سامنے بہت بڑا ہے۔ اور اس کی نسبت سے رقم بہت تھوڑی ہے۔ لیکن جو نسبتی ترقی ہوئی ہے۔ اس کی ہم ناشکری بھی نہیں کر سکتے۔ اور اس سے ہم آنکھیں بھی بند نہیں کر سکتے۔ پس میں تہ دل سے آپ کی اس قربانی پر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور جزاکم اللہ کہتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کو مزید قربانیوں کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کا بجٹ لاکھوں سے بڑھ کر کروڑوں اور کروڑوں سے اربوں تک پہنچے تا کہ عام ترقی ایشیا میں آپ کے ذریعہ سے ہو۔ اسلام اور احمدیت کا جھنڈا بلند ہو۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی حکومت ظاہراً و باطناً پر قائم ہو جائے۔ اللّٰھم آمین۔

دوسرا امر جس میں آپ لوگوں نے ترقی کی ہے۔ وہ مرکز سے تعلقات کا ہے۔ اس سال کچھ نئے طالب علم بھی یہاں آئے ہیں۔ اور بڑی خوشی کی بات یہ ہے کہ اب آپ میں سے بہت سے لوگوں نے میرے ساتھ خط و کتابت بھی شروع کی ہوئی ہے۔ جو کہ پہلے نہیں ہوئی تھی۔ اس ذریعہ سے مجھے بھی آپ لوگ یاد آتے رہتے ہیں۔ اور دعا کی بھی میرے دل میں تحریک ہوتی رہتی ہے۔ اور یہ خوشی بھی محسوس ہوتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس دور دراز ملک میں بھی مجھے ایسے روحانی فرزند بخش چھوڑے ہیں۔ جن کے دلوں میں میری محبت ہے۔ اور جن کے خیالات بار بار میری طرف پھرتے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کی اس کنونشن کو مبارک کرے اور گذشتہ سال سے بھی زیادہ خدمت کی توفیق دے۔ یاد رہے کہ بغیر اچھے لٹریچر کے تبلیغ نہیں ہو سکتی۔ اس لئے آپ اسکی طرف زیادہ توجہ کریں۔ اور مختلف مضامین کے متعلق کتابیں اور رسالے اپنی زبان میں لکھ کر اپنے ملک میں شائع کریں۔ دوسرے اس امر کا خیال رکھیں کہ سب سے زیادہ انڈونیشیا کی حفاظت اور اس کی ذمہ داری احمدیوں کے کندھوں پر ہے۔ کیونکہ آپ دوسروں سے زیادہ ایمان کے مدعی ہیں۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ حب الوطن من الایمان وطن کی محبت بھی ایمان کا ایک جزو ہے۔ پس اگر آپ میں ایمان زیادہ ہے۔ تو آپ کی حب الوطنی بھی دوسروں سے زیادہ ہونی چاہیئے لیکن حب الوطنی کے یہ معنے نہیں ہوتے کہ انسان حب بنی نوع انسان سے محروم ہو جائے۔ حب الوطنی حب بنی نوع انسان کا ایک حصہ ہے۔ جیسے انسان اپنے ماں باپ سے محبت کرنے کے بعد اپنے بہن بھائی کی محبت سے آزاد نہیں ہو جاتا بلکہ ماں باپ کی محبت جتنی زیادہ ہو بھائی بہنوں کی محبت اسی نسبت سے زیادہ ہونی چاہیئے۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ خلق لکم ما فی الارض جمیعاً (البقرہ ع۳) یعنی جو کچھ اس دنیا میں ہے سب ہم نے تمہارے لئے پیدا کیا ہے۔ اور اسی طرح زمین کے متعلق فرماتا ہے۔ ولکم فی الارض مستقر ومتاع الیٰ حین (البقرہ ع۴) پس حقیقتاً قرآن کریم نے ہمارا وطن ساری دنیا کو قرار دیا ہے۔ ہاں یہ بھی کہا ہے کہ سب سے پہلے اپنے قریب ہمسایوں کی طرف توجہ کرو۔ اس کی وجہ سے ہم اپنے ملک کو اپنا وطن قرار دیتے ہیں۔ لیکن حقیقتاً ساری دنیا مسلمانوں کا وطن ہے۔ اور سارے بنی نوع انسان اس کے بھائی ہیں۔ پس اپنے ملک۔ اور اہل ملک سے محبت کے یہ معنے نہیں کہ اپنے زیادہ وسیع ملک اور اپنی زیادہ وسیع برادری کو انسان بھول جائے۔ مومن کو چاہیئے۔ کہ اپنی نظروں کو وسیع کرے اور ساری دنیا کی بہتری اور ترقی کی طرف توجہ کرے۔ آپ آج تھوڑے سے اور کمزور ہیں۔ دنیا آپ کو اس وسیع کام کے نااہل سمجھتی ہے۔ اور نہ اس کا ذمہ دار سمجھتی ہے۔ لیکن آنیوالا دن یہ ذمہ داریاں آپ پر ہی ڈالنے والا ہے پس اگر آپ آج ان ذمہ داریوں کے اٹھانیکے لئے تیاری نہیں کرینگے اور اگر آپ آج اپنے خیالات وسیع نہیں کرینگے۔ تو کل جب وہ وقت آئیگا آپ اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے سے قاصر رہ جائیں گے۔ پس یہ نہ دیکھیں کہ آج آپ کے سپرد یہ کام نہیں ہے بلکہ اس امر کو مدنظر رکھیں کہ کل آپکے سپرد یہ کام ہونیوالا ہے۔ اور ہر کام کو ہاتھ میں لینے سے پہلے اسکے لئے تیاری کرنی ضروری ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپکو اپنی وسیع ذمہ داریوں کی سمجھ عطا فرمائے اور اسکے لئے تیاری کرنیکی توفیق بخشے۔ آمین۔ خاکسار

خطبہ جمعہ

موجودہ وقت کی قدر کرو اور اپنے لئے زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل کرنیکی کوشش کرو

تا خدا تعالےٰ کے سامنے بھی تم سرخرو ہو جاؤ اور آئندہ نسلیں بھی تمہارا نام عزت سے لیں

ہمارے ایمان اور اخلاص کا تقاضا ہے کہ تحریک جدید ہمیشہ جاری رہے

از سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۲۳ر جنوری ۱۹۵۳ء بمقام ربوہ

خطبہ نویس: مکرم سلطان احمد صاحب پیر کوٹی

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

تحریک جدید کے وعدوں کی میعاد

میں جو پاکستان کے لئے ایک مہینہ باقی رہ گیا ہے غالباً میں نے ہندوستان اور بیرونی ممالک کیلئے تاریخ کا اعلان کیا تھا۔ لیکن اس سال بھی وعدوں کے لئے آخری تاریخ وہی ہے جو پچھلے سالوں میں مقرر تھی یعنی ہندوستان اور مشرقی پاکستان کے لئے اپریل تک کی میعاد ہے۔ اور جون تک دوسرے ممالک کی میعاد ہے مثلاً امریکہ ہے۔ انڈونیشیا ہے۔ ویسٹ افریقہ ہے جن میں ہماری زبان بولنے والے نہیں پائے جاتے۔ یا ہمارے ملک کے افراد کم ہیں۔

چونکہ اب صرف

ایک مہینہ باقی رہ گیا ہے

اس لئے جماعت کو میں پھر تحریک جدید کے وعدوں کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ آج تقریباً ۱۹ سال ہو گئے کہ یہ تحریک ہوئی تھی شروع شروع میں جس طرح وعدے آئے تھے ان سے پتہ لگتا تھا کہ جماعت اپنی ذمہ داری کو خوب سمجھ رہی ہے اور اپنے فرض کو ادا کرنے کی طرف متوجہ ہے۔ لیکن جلسہ کے قریب آکر وعدوں کے آنے میں سستی ہو گئی۔ اور شاید گذشتہ اُنیس ۱۹ سال کے عرصہ میں یہ پہلی مثال ہے کہ اس وقت تک گذشتہ سال جتنے وعدے آئے تھے اس سال اس سے

تین ہزار کے وعدے کم ہیں

اس میں کچھ حصہ تو وہ ہے۔ جس کا پاکستان کی انجمن سے تعلق نہیں۔ یعنی وہ ہندوستان کے وعدے جہاں سے پچھلے سال ۲۲ ہزار اور کچھ سو کے وعدے آئے تھے۔ اور اس سال ۱۲ ہزار اور کچھ سو کے وعدے آئے ہیں۔ چونکہ یہ رقم وہیں وصول ہوتی ہے اور وہیں خرچ ہوتی ہے۔ اس لئے ممکن ہے کہ وعدوں کے بھیجے جانے میں پوری توجہ نہ دی گئی ہو۔ یا جماعتیں یہاں وعدے بھیجنے کی ضرورت نہ سمجھتی ہوں۔ ایسی ہندوستان کے وعدے کو چھوڑ کر پاکستان اور غیر ملکوں سے اس وقت تک جتنے وعدے آجاتے تھے اس سال ان میں بھی بیس ہزار کی کمی ہے۔ سابق دستور کے مطابق بجائے اس کے کہ ہر سال وعدوں میں زیادتی ہوتی اس سال وعدوں میں کمی واقع ہو گئی ہے۔

نے اس تحریک کے ماتحت اشاعت اسلام کیلئے دی اسطرح آئندہ بھی اس رنگ میں مختلف اوقات پر مختلف طریقے استعمال کئے جائیں گے جن سے ان لوگوں کے نام بطور یادگار محفوظ کر لئے جائیں گے۔ "العبد میں آنیوالے ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتے رہیں اور ہم

> **تحریک جدید کے اُنیس ۱۹ سالہ مالی جہاد میں حصہ لینے والوں کے نام احمدیت کی تاریخ میں بطور یادگار محفوظ کئے جائیں گے**

تحریک جدید کا دفتر جو

دفتر دوم

کہلاتا ہے۔ وہ اگرچہ اب ہمیشہ کے لئے ہے لیکن نام اس کا دفتر دوم ہی رہیگا۔ کیونکہ جب اس دفتر کا آغاز کیا گیا۔ تو اس کا نام دفتر دوم ہی رکھا گیا تھا۔ اب آئندہ لوگ اس دفتر میں شامل ہوں گے۔ صرف یہ ہوگا کہ ہر شخص کا کھاتہ الگ الگ ہوگا اور اس میں درج ہوگا کہ اس نے کس وقت سے کس وقت تک اشاعت اسلام میں مدد دی ہے۔ ممکن ہے کہ بعد میں بعض اور ذرائع بھی استعمال کئے جائیں۔ کہ ان لوگوں کے نام یادگار کے طور پر محفوظ کر لئے جائیں۔ جنہوں نے اشاعت اسلام میں مدد دی۔ لیکن جیسا کہ میرا ارادہ ہے ۱۹ سال کے پورا ہونے پر جن لوگوں نے اس تحریک میں حصہ لیا ہے واگرچہ یہ چندہ جاری رہے گا لیکن جن لوگوں نے اس وقت تک اس تحریک میں حصہ لیا ہے) ان کے نام ریکارڈ میں محفوظ کر لئے جائیں۔ میرا ارادہ ہے کہ اُنیس سال کے اختتام پر ایک رسالہ شائع کیا جائے اور اس میں ان سب لوگوں کے نام لکھے جائیں جنہوں نے

اشاعت اسلام

اُنیس سال تک مدد دی اور پھر وہ رقم بتائی جائے جو انہوں نے آئندہ آنے والوں کے سامنے ان لوگوں کی مثال پیش کر سکیں لیکن یہ یاد رکھو یہ چندہ عمر بھر کے لئے ہے۔ اور

یہ تحریک ہمیشہ جاری رہے گی

بلکہ ہماری فطرت اور ہمارے ایمان کو اس سے انکار کرنا پڑیگا اس چیز کو ناپسند کرنا پڑے گا کہ کسی وقت بھی یہ چندہ ان سے جاتا رہے اور کہا جائے کہ آئندہ تم سے یہ چندہ نہیں لیا جائے گا۔ جس طرح ہم یہ پسند نہیں کرتے ہم یہ سوچ بھی نہیں سکتے ہم اس کا خیال بھی نہیں کر سکتے کہ کوئی شخص ہماری طرف یہ بات منسوب کرے بلکہ ہم اسے برا اشتم اور گالی تصور کرتے ہیں کہ کوئی ہمیں کہے کہ تم کسی وقت جاکر باوجود صحت اور طاقت کے روزہ چھوڑ دو گے۔ جس طرح ہم یہ پسند نہیں کرتے ہم یہ سننے کی برداشت نہیں کرتے کہ کوئی کہے کہ باوجود اس کے کہ تمہارے پاس مال ہوگا لیکن کسی وقت جاکر زکوٰۃ نہیں دو گے جس طرح ہم یہ برداشت نہیں کرتے ہم یہ سننا برداشت نہیں کرتے کہ کسی وقت ہم جاکر باوجود طاقت اور قوت اور مالی وسعت کے حج نہیں کرینگے جس طرح ہم یہ سننا پسند نہیں کرتے کہ کوئی کہے کہ ایک دن ایسا آئیگا جب ہم سچ چھوڑ دو گے جس طرح ہم یہ نہیں سن سکتے کہ کوئی شخص ہماری طرف یہ منسوب کرے کہ کچھ دنوں بعد یا دس بیس سال کے بعد تم دیانت چھوڑ دو گے جس طرح ہم یہ نہیں سن سکتے کہ ہمارے متعلق کوئی کہے کہ پندرہ بیس سال تک تو تم

عدل وانصاف سے

کام لو گے لیکن اس کے بعد تم عدل وانصاف چھوڑ دو گے اور تم ظالم بن جاؤ گے۔ اسی طرح ہم یہ پسند نہیں کرتے ہم یہ بھی سن نہیں سکتے کہ کچھ عرصہ تک تو ہم پر جہاد جس رنگ میں بھی وہ اس زمانہ میں ہم پر فرض ہے واجب رہیگا اور پھر ہمیں معاف ہو جائیگا۔ اور ہم اسے چھوڑ بیٹھیں گے۔ اگر ہمیں روٹی کھانا معاف نہیں ہو سکتا۔ اگر ہمیں پانی پینا معاف نہیں اگر ہمیں کپڑا پہننا معاف نہیں ہو سکتا تو روحانی زندگی کے سامان کیسے معاف ہو سکتے ہیں۔

پس یہ تحریک ہے تو دائمی اور نہ صرف دائمی ہے بلکہ ہمارے

ایمان اور اخلاص کا تقاضا ہے

کہ یہ تحریک ہمیشہ جاری رہے۔ جس طرح روٹی کھانا دائمی ہے خدا تعالےٰ نے ہم پر روٹی کھانا واجب نہیں کیا۔ لیکن جب ہمیں روٹی نہیں ملتی۔ تو ہم چلاتے ہیں۔ خدا تعالےٰ کے سامنے گڑگڑاتے ہیں۔ کہ وہ ہمیں روٹی دیدے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ بیس سال تک روٹی کھائی ہے۔ اب کہہ دیا گیا ہے کہ تم روٹی نہ کھاؤ۔ تو چلو چھٹی ہوئی۔ ہمیں روٹی نہ ملے تو ہم اس پر خوش نہیں ہوتے بلکہ ہم

خدا تعالےٰ کے سامنے

گڑگڑاتے ہیں۔ کہ وہ ہمیں کھانا دے۔ انجیل میں بھی یہ دعا سکھائی گئی ہے کہ اے خدا تو ہماری روز کی روٹی ہمیں بخش۔ پس اگر ہمیں روٹی ملتی ہے تو ہم خدا تعالےٰ کے ممنون ہوتے ہیں اور اگر روٹی نہیں ملتی تو ہم متفکر ہوتے ہیں اور خدا تعالےٰ کے سامنے گڑگڑاتے ہیں۔ روتے ہیں۔ چلاتے ہیں کہ ہمیں روٹی دے۔ اسی طرح اشاعت دین کی بھی ہمیں ضرورت ہے۔ اگر ہمیں اشاعت دین کی توفیق ملتی ہے تو ہم خدا تعالےٰ کے ممنون ہوتے ہیں اور اگر ہمیں

اشاعت دین کی توفیق

نہیں ملتی تو ہم شکر نہیں کرتے بلکہ ہم خدا تعالےٰ کے سامنے گڑگڑاتے ہیں کہ اس نے ہم میں کیوں ضعف پیدا کر دیا ہے ہم دین کی خاطر کیوں اتنی قربانی نہیں کر سکتے جتنی قربانی ہم پہلے کرتے تھے۔ یہی ایمان کی ایک زندہ علامت ہے

اگر یہ علامت نہیں پائی جاتی تو سمجھ لو کہ ایمان کبھی نہیں پایا جاتا۔ پس جہاں تک چندے کا سوال ہے میں اس کی نوعیت بتا چکا ہوں۔ بار بار بتانے کی ضرورت اس لئے پیش آتی ہے۔ کہ جن لوگوں نے پہلے نہیں سُنا تھا وہ اب سُن لیں۔ اور پھر بسا اوقات سستی اور غفلت ہو جاتی ہے۔ اور دوبارہ بیان کرنے سے انسان کو موقع مل جاتا ہے کہ وہ سستی اور غفلت کو ترک کر کے بیدار ہو جائے۔ جو اُسے اس طرف توجہ ہو جائے۔ لیکن ہمیں یہ بات کبھی نہیں بھولنی چاہیئے۔ کہ بعض مراحل پر آ کر انسان کو خاص اخلاص اور جوش دکھانا پڑتا ہے۔ جب پہلی تحریک کے جتنے سال مقرر تھے ختم ہونے لگے تو جماعت نے غیر معمولی طور پر اس سال وعدے کئے اور اتنے غیر معمولی طور پر کئے کہ بعد میں بھی وعدوں کی تعداد اس حد تک نہیں پہنچی۔ اسی طرح اب یہ انیس سالہ دور ختم ہو رہا ہے۔ یہ غیر معمولی دور ہے اگرچہ ہم بعد میں بھی چندہ دیں گے۔ لیکن یہاں وہ دور ختم ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے ہم سابقون الاولون اور دفتر اول والے کہلائے تھے۔ یہاں

ایک مرحلہ ختم ہو جاتا ہے

اس لئے میری تجویز ہے کہ انیس سال کے خاتمہ پر ان لوگوں کی قربانیوں کا ریکارڈ رکھنے کے لئے ایک رسالہ شائع کیا جائے۔ تا لوگوں کے لئے ان کی ایک مثال قائم ہو جائے شاید سردی کی وجہ سے جو ان دنوں خاص طور پر پڑ گئی ہے، جماعتیں اس سال دیر سے وعدے لکھا رہی ہیں۔ اس لئے وعدے گذشتہ سال کی نسبت کم آئے ہیں۔ گذشتہ سالوں میں ان دنوں وعدے دوبارہ آنے شروع ہو جاتے تھے۔ لیکن اس سال جلسہ سالانہ کی وجہ سے وعدوں کی آمد میں جو روک پڑ جاتی ہے وہ برابر جاری ہے۔ اس کی وجہ سے بجائے اس کے پچھلے سال سے اس وقت تک زیادہ وعدے آ جاتے بیس ہزار کے وعدے کم آئے ہیں۔ اس لئے میں پھر جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ وقت تھوڑا ہے تم اپنی ذمہ داریوں کو سمجھو اور جلد سے جلد وعدے لکھواؤ اور انہیں پورا کرنے کی کوشش کرو۔ میں

دفتر دوم والوں کو

بھی توجہ دلاتا ہوں اس سال دفتر دوم والوں کی کوشش ہے کہ وہ اڑھائی لاکھ کے وعدے آ جائیں تا پنشن پانے والوں اور وفات پا جانے کی وجہ سے وعدوں میں جو کمی آ گئی ہے وہ پوری ہو جائے۔ اسی لئے دفتر دوم والوں کو بھی خاص طور پر اس طرف توجہ کرنی چاہیئے اور اپنے وعدوں کو اس سال کم از کم دو اڑھائی لاکھ تک پہنچا دینا چاہیئے۔ یاد رکھو کہ اس وقت تک اشاعت دین کا کام تم ہی کر رہے ہو۔ تمہارے سوا اور کوئی نہیں رہا۔ دنیا میں صرف تم ہی ایک جماعت ہو جو خدا تعالےٰ کے دین کے جھنڈے کو اٹھائے ہوئے ہو تمہیں شکوہ ہوگا کہ تمہیں وہ لوگ ہو جنہیں خارج از اسلام کہا جاتا ہے۔ تمہیں وہ لوگ ہو جن کے خلاف مولوی اکٹھے ہو کر کفر کے فتوے لگاتے ہیں۔ لیکن یہ شکوہ کی بات نہیں اس سے تو

تمہارے کام کی عظمت اور شان

اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ ایک شخص دین کی اس لئے خدمت کرتا ہے کہ اسے اس کا بدلہ ملے گا۔ ایک شخص دین کی اس لئے خدمت کرتا ہے۔ اور اسے اس کا بدلہ نہیں ملتا۔ اور ایک شخص دین کی خدمت کرتا ہے اور اُسے نہ صرف اس کا بدلہ نہیں ملتا بلکہ اُلٹا اُسے جھاڑیں پڑتی ہیں۔ اُسے بُرا بھلا کہا جاتا ہے گالیاں دی جاتی ہیں۔ تم دیکھ لو ان تینوں میں سے کس کا درجہ بڑا ہوتا ہے۔ آیا اس شخص کا درجہ بڑا ہوتا ہے۔ جو دین کی خدمت کرتا ہے اور اسے اس کا معاوضہ ملتا ہے یا اس شخص کا درجہ بڑا ہوتا ہے۔ جو دین کی خدمت کرتا ہے۔ اور نہ صرف یہ کہ اُسے اس کا بدلہ ہی نہیں ملتا بلکہ اُلٹا اُسے جھاڑیں پڑتی ہیں۔ اُسے گالیاں دی جاتی ہیں۔ صرف بات یہ ہے کہ جو شخص ان حالات میں

خدمت دین کرتا ہے

کہ نہ صرف یہ کہ اُسے اس خدمت کا معاوضہ نہیں ملتا بلکہ اُلٹا اُسے جھاڑیں پڑتی ہیں۔ اُسے گالیاں دی جاتی ہیں۔ اس کا درجۂ ایمان اس شخص سے بلند ہے جو خدمت دین کرتا ہے۔ اور اسے اس کا معاوضہ ملتا ہے یا خدمت دین کرتا ہے اور اُسے اس کا معاوضہ نہیں ملتا لیکن جھاڑیں بھی نہیں پڑتیں۔ درحقیقت محبت کامل کا معیار یہی ہوتا ہے۔ اگر میں غلطی نہیں کرتا تو غالباً ابراہیم ادھم تھے جن سے دوزخ اور جنت کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا مجھے جنت اور دوزخ سے کیا غرض ہے۔ خدا تعالےٰ جہاں مجھے رکھنا پسند کرے گا۔ میں رہوں گا۔ اگر وہ مجھے جنت میں رکھنا پسند کرے گا۔ تو میں جنت کو پسند کروں گا۔ اگر وہ مجھے دوزخ میں رکھنا پسند کرے گا۔ تو میں دوزخ ہی کو پسند کروں گا۔ پس جو شخص قطع نظر کسی معاوضہ کے دین کی خدمت کرتا ہے۔ بلکہ نہ صرف قطع نظر کسی معاوضہ کے دین کی خدمت کرتا ہے بلکہ اسے معلوم ہے کہ اسے بجائے کسی معاوضہ کے اُلٹا جھاڑیں پڑیں گی۔ اور اسے گالیاں کھانی پڑیں گی۔ لیکن وہ پھر بھی خدمت سے باز نہیں آتا۔ وہ یقیناً

خدا تعالےٰ کی محبت

اور اس کے پیار کو جذب کرنے والا ہے۔ اور اس میں کیا شبہ ہے۔ کہ جب قیامت کے دن سب لوگ خدا تعالےٰ کے سامنے پیش ہوں گے تو انبیاءؑ کے بعد سب سے مقدم وہ شخص ہوگا۔ جس کو دین کی خدمت کا نہ صرف یہ کہ معاوضہ نہ ملا۔ بلکہ اسے جھاڑیں پڑیں اسے گالیاں کھانی پڑیں۔ لیکن وہ خدمت دین سے پھر بھی باز نہ آیا۔ اگر روزے رکھنے والوں کے متعلق رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ قیامت کے دن خدا تعالےٰ کہے گا کہ ان کا معاوضہ میں ہوں۔ تو یقیناً وہ لوگ جنہوں نے دین کی خدمت کی۔ اور اس حالت میں خدمت کی کہ نہ صرف یہ کہ انہیں کوئی معاوضہ نہ ملا بلکہ انہیں جھاڑیں پڑیں۔ انہیں برا بھلا کہا گیا انہیں گالیاں دی گئیں۔ انہیں واجب القتل قرار دیا گیا انہیں اخراج عن الوطن کی دھمکیاں دی گئیں۔ انہیں خدا تعالےٰ قیامت کے دن کہے گا کہ اگر انسانوں کے پاس تمہارے لئے کوئی جگہ نہیں تو تمہاری جگہ میری گود میں ہے۔ اور اگر انسانوں کے نزدیک تم واجب القتل قرار دیئے گئے تھے۔ لیکن تم نے دین کی خدمت پھر بھی نہ چھوڑی۔ تو تمہیں ہمیشہ کے لئے زندہ رکھنا مجھ پر ہے پس تمہارے لئے خدا تعالےٰ نے اس

نعمت کے دروازے کھولے ہیں

جس کے دروازے سینکڑوں سال تک دوسروں پر نہیں کھولے گئے۔ سینکڑوں سال گذر گئے۔ اور دنیا اس نعمت سے محروم رہی۔ جب اسلام ترقی پر تھا۔ اس وقت اسلام کی خدمت کرنے والوں کی تعریف کی جاتی تھی۔ ان کی قدر کی جاتی تھی۔ لیکن آج جب اسلام نہ صرف باطنی لحاظ سے بلکہ ظاہری لحاظ سے بھی گر چکا ہے۔ وہ نہ غیر مسلموں کے نزدیک مقبول ہے نہ مسلمانوں کے نزدیک مقبول ہے۔ خدا تعالےٰ اپنی قبولیت اور اپنا دستِ محبت اور پیار کی بشارت دیتا ہے۔ پس تم اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ اور

اپنے فرائض کو ادا کرو

اور خدا تعالےٰ کی طرف سے جو رحمتیں اور برکتیں تمہیں ملتی ہیں۔ تم انہیں زیادہ سے زیادہ حاصل کر لو۔ ایسا زمانہ بہت کم آتا ہے۔ اور مبارک ہوتے ہیں وہ لوگ جو ایسے زمانہ میں پیدا ہوتے ہیں۔ یہی لوگ نحوست سے دور اور خدا تعالےٰ کی جنت کے زیادہ قریب ہوتے ہیں۔ خدا تعالےٰ نے قرآن کریم میں یہ جو کہا ہے کہ اس دن جنت قریب کر دی جائے گی اس کا بھی یہی مفہوم ہے۔ کہ خدا تعالےٰ ایسی جماعت کھڑی کر دے گا۔ جو دین کی خدمت کرے گی۔ اور نہ صرف یہ کہ اسے خدمت کا کوئی معاوضہ نہیں ملے گا اُسے جھاڑیں پڑیں گی۔ اسے گالیاں دی جائیں گی۔ دنیا اُسے دھتکار رہی ہو گی۔ کہ وہ کیوں خدا تعالےٰ کی ہو گئی ہے۔ اور وہ خدا تعالےٰ کے دین کی کیوں خدمت کر رہی ہے۔ اس لئے لازمی طور پر خدا تعالےٰ اسے قبول کرے گا۔ پس تم ان وقتوں کی قدر کرو اور اپنے لئے

زیادہ سے زیادہ ثواب

حاصل کرو۔ تا خدا تعالےٰ کے سامنے بھی تم سرخرو ہو جاؤ۔ اور آئندہ نسلوں کے سامنے بھی تمہارا نام عزت سے لیا جائے۔ (الفضل ۴۔ ۲۔ ۵۳ ؁)

تحریکِ جدید

ہمیشہ کے لئے قائم رہنے والا ادارہ ہے۔ جب تک قوم زندہ رہے گی۔ یہ اس کے ساتھ وابستہ رہے گا۔ بے شک یہ دن قحط اور مصائب کے ہیں مگر یاد رکھو ایسے وقت میں جو دین کی خاطر قربانی کرتے ہیں۔ وہی خدا تعالےٰ کے محبوب ہوتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ نے تمہیں عظیم الشان موقع عطا فرمایا ہے اگر تم اُسے کھو دو گے تو بد قسمت ہو گے۔ ہمارے ایمان اور اخلاص کا تقاضا ہے کہ تحریک جدید ہمیشہ جاری رہے۔ جماعت کا ہر فرد اس میں شامل ہو کر فرض شناسی کا ثبوت دے۔" (ارشاد حضرت اقدس ایدہ اللہ تعالےٰ)

ضروری اعلان

جملہ خریداران اخبار بدر کی خدمت میں اطلاعاً عرض ہے کہ بدر کا سال ۲۸ فروری کو ختم ہو رہا ہے۔ جن حضرات نے ایک سال کا چندہ دیا ہے ان کا ۲۸ فروری کو چندہ ختم ہے وہ براہ کرم اگلے سال کا چندہ فوری بذریعہ منی آرڈر بنام محاسب صاحب صدر انجمن احمدیہ قادیان بھجوا کر دفتر ہذا کو اطلاع دیں اور جن حضرات کے ذمہ ابھی کچھ بقایا ہے یا انہوں نے ابھی تک چندہ دیا ہی نہیں انکو بھی چندہ کی ادائیگی کی طرف فوری توجہ دینی چاہیئے اگر ۲۸ مارچ تک ہمیں اسکے متعلق کوئی اطلاع نہ آئی تو دفتر پرچہ وی پی ارسال کرنے پر مجبور ہوگا جس کو وصول کرنا آپ کا اخلاقی فرض ہوگا۔ پاکستانی حضرات کو بھی چاہیئے۔ کہ وہ بھی اپنا بقایا ادا کریں اور جن حضرات کے ذمہ بقایا نہیں وہ اگلے سال کا چندہ ادا کریں۔

خطبہ جمعہ

اگر تم نے احمدیت کو سچا سمجھ کر مانا ہے تو تمہیں یقین رکھنا چاہیئے کہ بالآخر تم ہی کامیاب ہو گے

جماعتیں آپس میں مشورہ کریں اور غور کریں کہ انہیں کیا کیا خطرات پیش آسکتے ہیں اور ان کا کیا علاج کیا جاسکتا ہے

از سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۱۳ فروری ۱۹۵۳ء بمقام ربوہ

خطبہ نویس:- مکرم سلطان احمد صاحب پیر کوٹی

نوٹ:- سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے مندرجہ ذیل خطبہ مورخہ ۱۳ فروری ۵۳ء کو فرمایا۔ اگرچہ اس کا تعلق زیادہ تر اس شورش اور شرارت سے ہے جو احراریوں اور مودودیوں کی طرف سے پاکستان میں جماعت احمدیہ کے خلاف اٹھائی جارہی ہے تاہم احباب ہندوستان بھی اپنے مقدس آقا کے ان کلمات طیبات سے اصولی رنگ میں استفادہ و برکت حاصل کرسکتے ہیں۔ خدا تعالےٰ تمام جماعت کو امن اور حفاظت میں رکھے۔ آمین ـــــــــ (ایڈیٹر)

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

پچھلے ہفتہ سے مجھے

کھانسی کی شکایت

ہے۔ اب آواز تو کچھ صاف ہوگئی ہے لیکن کھانسی ابھی باقی ہے اور بلغم بھی آتا ہے۔ خصوصاً صبح اور شام کو بلغم زیادہ خارج ہوتی ہے۔ زیادہ تکلیف اس وقت پاؤں کی ہے۔ یہ درد نومبر کے آخر یا دسمبر کے شروع میں ہوئی تھی۔ میں ایک کمرہ سے دوسرے کمرہ میں جارہا تھا۔ دہلیز سے ٹھوکر لگی۔ اور پاؤں کو چوٹ آگئی۔ میں نے اس کا خیال نہ کیا۔ بعد میں

جلسہ سالانہ کے کاموں کی وجہ سے

بھی اس طرف توجہ نہ ہوئی۔ اس کے بعد میں نے جب دیکھا تو معلوم ہوا کہ انگوٹھے کے ناخن کے نیچے زخم ہے چنانچہ اس کا علاج شروع کیا گیا۔ تاکہ زخم ننگا ہو جائے اور مرہم پٹی کی جاسکے لیکن ڈیڑھ ماہ کا عرصہ ہوگیا۔ ابھی تک وہی حالت ہے۔ کہ

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

زخم ابھی تک ٹھیک نہیں ہوا۔ بلکہ اب تو پاؤں میں درد کی وجہ سے رات کو نیند بھی نہیں آتی۔ اگر نیند آجائے۔ تو ہر کروٹ پر لحاف لگنے کی وجہ سے درد شروع ہو جاتی ہے۔ اسی طرح میں چل بھی نہیں سکتا۔ نقرس کی وجہ سے میں نے بوٹ ایسے بنوائے ہوئے ہیں کہ پاؤں کا پنجہ بوٹ سے باہر رہتا ہے۔ میں وہ بوٹ پہن کر باہر نکل آتا ہوں ورنہ میرے پاؤں کے لئے بوٹ کا بوجھ اٹھانا مشکل ہے۔

احباب کو معلوم ہے کہ احرار اور ان کے ساتھیوں نے

احمدیت کے خلاف نئے سرے سے شورش

شروع کردی ہے بلکہ اسلام کے اجارہ دار ایک مولوی نے لاہور میں تقریر کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا ہے۔ کہ اگر حکومت نے احمدیوں کو اقلیت قرار دینے کا جلد کوئی فیصلہ نہ کیا۔ تو پاکستان میں احمدیوں اور غیر احمدیوں کے درمیان وہی حالات رونما ہو جائیں گے جو ہندوستان میں مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان رونما ہوئے۔ فساد پھیلانے والے مولوی چونکہ ڈرپوک بھی ہوتے ہیں۔ اور منافق بھی۔ اس لئے انہوں نے یہ الفاظ استعمال کئے ہیں۔ ورنہ اگر اس فقرہ کی تشریح کی جائے۔ کہ "ہندوستان میں جو کچھ ہوا" تو یہی معنے ہوں گے۔ کہ ہندوستان میں ہندوؤں نے جو اکثریت میں تھے مسلمانوں کو جو اقلیت میں تھے مارا" "پاکستان میں بھی وہی کچھ ہوگا" اس کے یہی معنے ہوں گے۔ کہ ان مولویوں کے اتباع جو اکثریت میں ہیں احمدیوں کو جو اقلیت میں ہیں قتل کردینگے اور ان کے گھروں کو لوٹ لیں گے۔ اگر ان لوگوں میں جرأت مومنانہ ہوتی تو یہ لوگ کہتے۔ کہ اگر حکومت نے احمدیوں کو اقلیت قرار نہ دیا تو ہم احمدیوں کو مار دیں گے۔ مگر ادھر تو یہ لوگ جہاد کا دعوے کرتے ہیں۔ اور ادھر اپنی

ہر بات میں منافقت کا اظہار

کرتے ہیں۔ حالانکہ جہاد اور منافقت کا آپس میں جوڑ ہی کیا ہے۔ اگر واقعہ میں ان لوگوں میں ایمان ہوتا۔ اگر ان لوگوں میں شرافت ہوتی۔ اگر ان لوگوں میں اسلام ہوتا۔ تو یہ لوگ دلیری سے کہتے کہ ہم احمدیوں کو مار دینگے . . . .

لیکن کہتے یہ ہیں۔ کہ لوگ احمدیوں کو مار دیں گے۔ بھلا ان لوگوں سے کوئی پوچھے کہ تمہیں اس بات کا کیسے پتہ لگا کہ لوگ احمدیوں کو مار دیں گے۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ لوگ جو خواجہ ناظم الدین صاحب کے سامنے تو بیٹھے نہیں تھے۔ ان کے اس فقرہ کا مطلب یہی ہوسکتا ہے کہ اے لوگو ہمارا وعظ سن رہے ہو۔ ہماری عزت کا خیال رکھتے ہوئے احمدیوں کو مار دینا۔

بہرحال دشمن نے وہی کچھ کرنا ہے۔ جو اسکے ذہن میں آئے گا۔ اسلام اور اس کے ارکان کا نام تو یہ لوگ دھوکا دینے کے لئے لیتے ہیں۔ دراصل وہ اپنے دوست شیطان کے ذکر کو بلند کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارے ملک میں مثل مشہور ہے

روندی یاراں نوں، لے لے نام بھراواں دا

اسلام اور قرآن کا نام تو یہ لوگ یونہی اسے بدنام کرنے کے لئے لیتے ہیں اصل میں فتنہ پرداز لوگ اولیاء الطاغوت ہوتے ہیں۔ ان کی غرض طاغوت کے ذکر کو بلند کرنا۔ اور اسکے اخلاق کو دنیا میں پھیلانا ہوتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہماری جماعت کو بھی ہوشیار ہو جانا چاہیئے۔ احرار اور ان کے ساتھیوں نے

۲۲ فروری کا آخری نوٹس

دیا ہے۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ اس کے بعد یہ لوگوں کو احمدیوں کے خلاف اکسائینگے خود مساجد کے حجروں میں گھس جائیں گے اور عوام کو کہیں گے کہ جاؤ اور احمدیوں کو مارو بعد میں کہینگے دیکھا ہم نے نہیں کہا تھا کہ اگر حکومت نے احمدیوں کو اقلیت قرار نہ دیا۔ تو لوگ ان کو مار دینگے۔ اگر واقع میں لوگوں نے احمدیوں کو مارنا تھا۔ تو لوگ خود اس بات کا نوٹس حکومت کو دیتے۔ ان مولویوں کو نوٹس دینے کی کیا ضرورت تھی۔ ان مولویوں کو کس طرح پتہ لگ گیا کہ لوگ ۲۲ تاریخ کے بعد احمدیوں کو مار دیں گے۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ ایک سازش ہے۔ اس سازش کو چھپانے کے لئے بزدل اور کمینے لوگ دوسروں کا نام لے کر شرارت کرتے ہیں۔

اگلا جمعہ اس نوٹس کے لحاظ سے آخری جمعہ ہوگا۔ اور اگلے اتوار کو ان کا نوٹس ختم ہو جائے گا۔ میری کوشش ہوگی کہ یہ خطبہ اتوار کے اخبار میں چھپ جائے۔ بس جب اور جہاں یہ خطبہ پہونچے۔ جماعت فوراً اجلاس بلائے۔ اور مشورہ کرے کہ ان کے لئے کیا کیا خطرات ممکن ہیں۔ اور ان کے کیا کیا علاج انہوں نے تجویز کرنے ہیں۔ اور پھر جن جماعتوں کو خدا تعالےٰ توفیق دے۔ اور ان کے پاس اتنا روپیہ ہو۔ کہ وہ مرکز میں اپنا آدمی بھجوا سکے۔ وہ مرکز میں آدمی بھجوائے جو مقامی تجاویز لاکر

نظارت امور عامہ سے اور نظارت دعوۃ و تبلیغ سے مشورہ

کرے۔ ممکن ہے بعض مشورے ایسے ہوں جن کی اطلاع حکومت تک پہنچانی مقصود ہو۔ یا لٹریچر کی اشاعت مقصود ہو۔ تو اس کے متعلق ناظر امور عامہ اور دعوۃ و تبلیغ ہی مفید مشورہ دے سکتے ہیں۔ اور مقامی حالات کو لوکل جماعتیں ہی صحیح طور پر سمجھ سکتی ہیں۔ اس لئے مرکز کا یہ ہدایت دینا کہ تم یوں کرو بعض اوقات فضول سی بات ہو جاتی ہے۔ جماعتیں پہلے آپس میں مشورہ کریں۔ اور اس بات پر غور کریں کہ انہیں کیا کیا خطرہ پیش آسکتا ہے۔ پھر یہ بھی دیکھا جائے۔ کہ جن لوگوں سے خطرہ ہے۔ انہیں وہاں کیا اہمیت حاصل ہے۔ اور ان کی جرأت اور دلیری کی کیا حالت ہے۔ ان کے اندر

قربانی کا جذبہ

کس حد تک پایا جاتا ہے۔ پھر آیا وہاں کے حکام دیانتدار ہیں۔ اور اس فتنہ کو دبانے کے لئے تیار ہیں یا نہیں۔ پھر اگر حکام دیانتدار بھی ہوں۔ اور وہ فتنہ کو دبانے پر آمادہ بھی ہوں تو بعض اوقات کچھ کمزوری باقی رہ جاتی ہے۔ یا ہو سکتا ہے کہ وہ حکام فتنہ کو دبانے پر آمادہ نہ ہوں۔ تو اس صورت میں اگر کوئی شورش ہوئی تو کیا جماعت طاقت رکھتی ہے۔ کہ اس شورش کا مقابلہ کرے۔ پھر اس مقابلہ کے لئے انہوں نے کیا سکیم تیار کی ہے۔ یہ باتیں ہیں جن پر غور کرنا ضروری ہے۔

بہر حال تم یہ سمجھ لو کہ کسی احمدی نے اپنی جگہ کو نہیں چھوڑنا۔ تمہارا اپنے گاؤں یا اپنے شہر میں اچانک مرجانا یا لڑتے ہوئے مارے جانا تمہارے وہاں سے آجانے سے ہزارہا درجہ بہتر ہے۔ اگر کسی احمدی نے اپنی جگہ چھوڑی۔ تو ہمیں اس سے کوئی ہمدردی نہیں ہوگی۔ مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کے اتنی تعداد میں قتل ہونے کی وجہ یہی تھی۔ کہ انہوں نے اپنی جگہوں کو چھوڑ دیا۔ اگر وہ میری بات مان لیتے۔ اور اپنی جگہوں کو نہ چھوڑتے تو اس قدر قتل و غارت نہ ہوتی۔ بیشک بعد میں امن ہو جانے پر ہجرت کر لیتے۔ ہجرت ہم نے بھی کی۔ لیکن چونکہ ہم نے قادیان کو فتنہ کے وقت چھوڑا نہیں۔ اس لئے ہم امن ہونے پر خیریت سے یہاں آگئے۔ پس یاد رکھو کہ اگر آپ لوگوں نے اپنی جگہ چھوڑیں تو ہمیں آپ سے کوئی ہمدردی نہیں ہوگی۔ یہ نہیں کہ تم اپنی جگہ چھوڑ کر یہاں آجاؤ۔ اور پھر دریافت کرو۔ کہ اب ہم کیا کریں۔ اگر ایسا ہوا تو ہم یہی کہیں گے کہ جس شخص کے مشورہ پر تم نے یہ فعل کیا ہے۔ اس سے اب بھی مشورہ لو۔ ہم تو صرف ایک بات جانتے ہیں کہ

مومن منظم ہوتا ہے

وہ سیسہ پگھلائی ہوئی دیوار کی طرح مضبوط ہوتا ہے۔ سیسہ پگھلائی ہوئی دیوار کو کوئی توڑ نہیں سکتا۔ اور اگر وہ ٹوٹتی ہے تو اکٹھی ٹوٹتی ہے۔ پس تم اپنی جگہ کو مت چھوڑو۔ آپس میں مشورہ کرو اور مرکز میں اپنی تجاویز پہنچاؤ۔ تم اندازہ لگاؤ کہ کس حد تک گورنمنٹ کے حکام تمہاری حفاظت کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اور اگر کوئی کمزوری باقی رہ جاتی ہے۔ تو سوچو کہ دشمن کے حملہ کی صورت میں جماعت کیا کرے گی۔ مثلاً کیا وہ محلہ میں ایک جگہ جمع ہو جائے گی۔ یا کون سی صورت ہے۔ جسے وہ اختیار کرے گی پھر جو مشورے ہوں۔ انہیں یہاں سے آکر ڈاک کے ذریعہ اطلاع بھیجنا فضول اور لغو ہے۔ ڈاک خانے ہماری ڈاک ضائع کر دیتے ہیں۔ محکمہ ڈاک کے بعض ملازمین اتنے بے ایمان ہیں کہ وہ روٹیاں تو سرکار کی کھاتے ہیں اور نوکر احرار کے ہیں۔ اگر آپ لوگوں کی ڈاک پہنچ بھی گئی۔ تو پھر غالباً مرکز کا مشورہ جماعت تک نہیں پہنچے گا۔ جماعتوں کے نمائندے خود آئیں۔ اور ناظر امور عامہ اور ناظر دعوۃ و تبلیغ سے مشورہ کریں۔ اور پھر اس مشورہ پر عمل کریں۔ اور دعائیں کریں۔ یاد رکھو اگر تم نے احمدیت کو سچا سمجھ کر مانا ہے۔ تو تمہیں یقین رکھنا چاہیئے۔ کہ

احمدیت خدا تعالےٰ کی قائم کی ہوئی ہے

مودودی احراری اور ان کے ساتھی اگر احمدیت سے ٹکرائیں گے تو اُن کا حال اُس شخص کا سا ہوگا جو پہاڑ سے ٹکراتا ہے۔ اگر یہ لوگ جیت گئے۔ تو ہم جھوٹے ہیں۔ لیکن اگر ہم سچے ہیں تو یہی لوگ ہاریں گے۔ انشاء اللہ تعالےٰ وباللہ التوفیق

میں مکرر احباب کو پھر توجہ دلاتا ہوں کہ یہ فتنہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے تعلق رکھنے والوں کے لئے بھی ویسا ہی خطرناک ہے۔ جیسا کہ ہمارے لئے اس لئے ان سے بھی جہاں وہ ہوں مشورہ کریں۔ اور

اپنی حفاظت کی سکیم

میں ان کو بھی شامل کریں اور ان کی حفاظت بھی پورے اخلاص اور جذبہ سے کریں۔ خدا تعالےٰ آپ کے ساتھ ہو۔ (الفضل ۲۵/۲ ۵۳ء)

اشتراکیت اور اسلام

چند اصولی اشارات

(۱)

از قلم حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے مدظلہ العالی

اشتراکیت اور اسلام کے اصولوں کا مقابلہ ایک مفصل اور مبسوط مضمون بلکہ ایک مستقل کتاب کی تصنیف کا متقاضی ہے۔ لیکن اس وقت نہ تو اس کے لئے خاطر خواہ یکسوئی حاصل ہے اور نہ ہی ضروری سامان میسر ہے۔ لہذا ذیل کے چند مختصر نوٹوں میں اس وسیع اور نازک مضمون کے چیدہ چیدہ پہلوؤں کے بیان کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ اگر کسی صاحب کو کوئی بات قابل تشریح نظر آئے یا کوئی اعتراض پیدا ہو تو خط لکھ کر دریافت فرما سکتے ہیں یا اگر آئندہ موقع ملا اور خدا نے توفیق دی تو یہ خاکسار یا کوئی اور خادم تمت مفصل مضمون لکھنے کی سعادت حاصل کرے گا۔ و باللہ التوفیق وھو المستعان۔

دنیا کے تین نظام

اس وقت دنیا میں تین مختلف قسم کے نظاموں کا مقابلہ ہے۔ جن میں سے دو نظام تو کھلے طور پر ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہیں۔ اور تیسرا نظام کسی قدر پس پردہ رہ کر گویا ان دو نظاموں کے ٹکراؤ اور اس ٹکراؤ کے نتیجہ کا انتظار کر رہا ہے۔ اول الذکر دو اشتراکیت[1] اور سرمایہ[2] داری کے نظام ہیں۔ اور تیسرا نظام اسلام کا نظام ہے۔ جسے قدرت نے ابھی تک اپنی خاص تقدیر کے ماتحت پیچھے رکھا ہوا ہے۔ تاکہ اشتراکیت اور سرمایہ داری کے باہم فیصلہ کے بعد اُسے دنیا کے آخری ٹکراؤ کے لئے تیار کر کے آگے لایا جائے۔ یہ تیاری ہمارے معتقدات کی رو سے اس زمانہ کی عظیم الشان مذہبی تحریک یعنی سلسلہ احمدیہ کے ذریعہ مقدر ہے۔ جس کے مقدس بانی کو حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے مثیل اور ہمارے رسول پاک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ نفسی) کے نائب و خادم ہونے کی حیثیت میں تمام مذاہب عالم کے لئے حکم و عدل اور اسلام کے دور جدید کا علم بردار بنا کر بھیجا گیا ہے۔

یاجوج اور ماجوج

اسلام نے اشتراکیت اور سرمایہ داری کے نظاموں کا یاجوج اور ماجوج کے ناموں سے ذکر کیا ہے۔ اور پیشگوئی فرمائی ہے۔ کہ آخری زمانہ میں یہ دونوں نظام ایک بھاری سیلاب کی طرح ساری دنیا پر چھا جائیں گے اور مادی ترقی کے سارے سامان بظاہر اُن کے ہاتھ میں چلے جائیں گے۔ (قرآن مجید سورۃ انبیاء آیت ۹۶ تا ۹۸) یاجوج روس کا نام ہے۔ جو آجکل اشتراکی نظام کا لیڈر اور مرکزی نقطہ ہے اور ماجوج برطانیہ کا نام ہے جو سرمایہ داری کے نظام کا اولین علمبردار ہے۔ اور برطانیہ کے مفہوم میں شمالی امریکہ بھی شامل ہے جو زیادہ تر برطانیہ ہی کی نسل اور اسی نظام کا حامل ہے۔ گو آجکل وہ اس میدان میں برطانیہ سے بھی آگے آ گیا ہے۔ یہ دونوں نظام متضاد اور مخالف پالیسیوں اور سکیموں کے ماتحت ایک دوسرے کے خلاف خطرناک طور پر صف آرا ہیں۔ اور گو مخفی جنگ جسے آجکل کی اصطلاح میں اعصابی جنگ یا کولڈ وار[3] کہتے ہیں اب بھی جاری ہے۔ لیکن ایسے حالات سرعت کے ساتھ پیدا ہو رہے ہیں۔ جن کے پیش نظر اس بات کا بھاری خطرہ ہے کہ یہ متقابل آتش فشاں پہاڑ کسی وقت بھی پھٹ کر نہ صرف ایک دوسرے پر چھا جانے بلکہ دنیا کے ہر ملک اور ہر قوم کو اپنی لپیٹ میں لے لینے کے لئے ایک عالمگیر جنگ کی آگ بھڑکا دیں گے*۔

عالمگیر خطرہ

بظاہر حالات یہ دونوں (یعنی اشتراکیت اور سرمایہ داری) اقتصادی اور تمدنی نوعیت کے نظام ہیں۔ مگر حقیقتاً ان نظاموں کے ساتھ نہ صرف سیاسیات بلکہ اخلاقیات اور روحانیات اور دینیات کی تاریں بھی اس طرح اُلجھی ہوئی ہیں۔ کہ ان نظاموں کی ترقی اور تنزل کا اثر ان سارے میدانوں پر براہ راست پڑتا ہے۔ اور دنیا کا کوئی طبقہ خواہ وہ سیاسی ہو یا تمدنی یا مذہبی اپنے آپ کو لاتعلق سمجھ کر علیحدہ نہیں رہ سکتا۔ پس قبل اس کے اس عالمگیر آگ کے شعلے کسی قوم کو اپنی لپیٹ میں لے لیں۔ ہر قوم کا فرض ہے کہ حالات کا جائزہ لے کر کسی صحیح نتیجہ اور فیصلہ کن لائحہ عمل پر پہنچنے کی کوشش کرے ورنہ جو قوم اپنے آپ کو محفوظ اور بے تعلق سمجھ کر خاموش بیٹھی رہے گی۔ وہ یقیناً اُس کبوتر کی مثال بنے گی جو بلی کو دیکھ کر اپنی آنکھیں بند کر لیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اب میں اس خطرہ سے محفوظ ہو گیا ہوں۔

اشتراکیت کے نظام کا خلاصہ

اشتراکیت کے نظام کا خلاصہ یہ ہے کہ دولت اور پیدا کرنے کے ذرائع کو افراد کی بجائے قوم اور ملک کی مشترکہ اجارہ داری قرار دے کر حکومت کے ہاتھ میں دے دیا جائے۔ اور اس طرح مشترکہ انتظام اور مشترکہ سامانوں کے ذریعہ دولت پیدا کر کے اور دولت کو ترقی دے کر اس کے افراد میں اُن کی ضرورت کے مطابق بزعم خود مساویانہ اصول پر تقسیم کر دیا جائے۔ گویا دولت تو سب مل کر اپنی طاقت کے مطابق پیدا کریں اور خرچ افراد کی ضرورت کے مطابق ہو۔ قطع نظر اس کے کہ دولت پیدا کرنے میں کسی فرد کا حصہ ہے تقسیم کر دیا جائے۔ گو آجکل اشتراکیت اپنے اصول میں کسی قدر نرمی پیدا کرنے کی طرف مائل ہے۔ مگر یہ نرمی خود اس کے نظام کی کمزوری کی دلیل ہے۔ اور بہرحال اشتراکیت کا اصولی نظریہ وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے۔ اس کے مقابل پر سرمایہ داری جس کے متعلق آجکل بعض لوگ جمہوریت[4] کا لفظ بھی استعمال کرنے لگے ہیں۔ وہ نظام ہے جس میں افراد کے لئے ذاتی آمد اور ذاتی جائداد پیدا کرنے اور اس آمد اور جائداد سے ذاتی فائدہ اُٹھانے کا حق تسلیم کیا جاتا ہے۔ مگر عملاً اس نظام کو اس طرح چلایا جاتا ہے۔ اور ذاتی جائداد کے حق کو اس طرح بے لگام چھوڑ دیا جاتا ہے۔ کہ ملک کی دولت سمٹ سمٹ کر ایک محدود اور مخصوص طبقہ کے ہاتھوں میں جمع ہو جاتی ہے اور پھر اس جمع شدہ دولت کو مناسب رنگ میں سمونے اور امیر و غریب کے فرق کو کم کرنے کا بھی کوئی مؤثر انتظام نہیں کیا جاتا۔

سرمایہ داری کا رد عمل

اشتراکیت کا نظام دراصل سرمایہ داری کے نظام کا ہی رد عمل ہے۔ اور گویا بالواسطہ طور پر اسی کا ایک غیر قدرتی بچہ ہے۔ سینکڑوں سال سے دنیا کا اقتصادی نظام ایسے راستہ پر چل رہا تھا۔ کہ قوموں اور ملکوں کی دولت سمٹ سمٹ کر ایک خاص طبقہ کے ہاتھوں میں جمع ہو گئی تھی۔ اور آبادی کا بقیہ حصہ (اور اسی کی اکثریت تھی) غربت اور افلاس اور ناداری اور بے بسی کی انتہا کو پہنچ گیا تھا۔ سرمایہ داری کی یہ بھیانک صورت سب سے زیادہ روس کے ملک میں رونما ہوئی۔ جہاں زاروں اور ان کے درباریوں اور رئیسوں کے تعیش نے گویا غریبوں کا خون چوس رکھا تھا۔ اور ان کی حالت جانوروں سے بھی بدتر ہو رہی تھی۔ کیونکہ شعور موجود تھا۔ مگر اس شعور کی تسکین کا کوئی سامان نہیں تھا۔ پس جس طرح ہر ظالمانہ نظام کا ایک رد عمل ہوا کرتا ہے۔ جو گویا قائم شدہ نظام کے خلاف بغاوت کا رنگ رکھتا ہے۔ اور ایک انتہا سے ہٹ کر دوسری انتہا کی طرف لے جاتا ہے۔ اسی طرح سرمایہ داری اور دولت کے ناواجب اجتماع کا رد عمل اشتراکیت کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اور روس کے ملک میں خصوصیت سے سماجی نظام کا پنڈولم[5] ایک انتہا کی چوٹ کھا کر دوسری انتہا کو جا پہنچا۔

انفرادیت اور اجتماعیت کا قدرتی توازن

ان دو اور غیر فطری نظاموں کے مقابل پر جن میں سے ایک نظام انفرادیت[6] اور دوسرا اجتماعیت[7] کے جذبہ کو تباہ کرتا ہے۔ اسلام کا نظریہ مختصر طور پر یہ ہے کہ عام حالات میں ذاتی دولت پیدا کرنے اور اس دولت سے ذاتی فائدہ اُٹھانے کے حق کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ مگر اس کے ساتھ ایک ایسی مؤثر اور حکیمانہ مشینری لگا دی گئی ہے۔ جس کی وجہ سے ملکی دولت کبھی بھی چند ہاتھوں میں جمع نہیں ہو سکتی اور دولت کو سمونے اور غریب و امیر کے فرق کو کم کرنے کا عمل ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ اس طرح اسلام گویا اشتراکیت اور سرمایہ داری کے بین بین کا نظام ہے۔ جس میں کمال حکمت سے ایک طرف تو دونوں نظاموں کی خوبیاں جمع ہیں اور دوسری طرف وہ ان دونوں نظاموں کی خرابیوں سے مبرا اور آزاد ہے اور اس کی اپنی خوبیاں مزید برآں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جس اسلامی ملک میں مسلمان اسلام کی تعلیم پر قائم رہے ہیں۔ (مگر افسوس کہ یہ نظارہ آجکل کم نظر آتا ہے) وہاں نہ تو سرمایہ داری ہی اپنی بھیانک صورت میں قائم ہو کر اجتماعیت کے جذبہ کو تباہ کر سکی ہے۔ اور نہ ہی اس میں اشتراکیت کو نفوذ کا رستہ مل کر انفرادیت کا جنازہ اُٹھا ہے حقیقتاً اشتراکیت کے مقابل پر اسلام ایک ایسی آہنی دیوار کا حکم رکھتا ہے جس میں نقب لگانا اشتراکیت کے بس کی بات نہیں۔

اسلامی نظام کا مرکزی نقطہ

اسلام نے سب سے پہلے دولت پیدا کرنے کے ذرائع کے متعلق یہ اصولی تعلیم دی ہے کہ خدا تعالیٰ نے دنیا کے سامانوں اور دولت کے قدرتی وسائل

---

* مذہبی پہلو کے لحاظ سے یاجوج ماجوج کے فتنہ کا احادیث میں دجال کے نام سے ذکر کیا گیا ہے۔ منہ

[1] Communism

[2] Capitalism

[3] Cold war

[4] Democracy

[5] Pendulum

[6] Individualism

[7] Collectivism

کو تمام بنی آدم کے فائدہ کی خاطر پیدا کیا ہے اور کسی خاص طبقہ کی اجارہ داری قرار نہیں دیا۔ چنانچہ قرآن شریف فرماتا ہے:۔

خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا (سورۃ بقرۃ آیۃ ۳۰)

یعنی "اے بندو لوگو جو اس دنیا میں بستے ہو خدا نے دنیا کی ہر چیز تم سب کے فائدہ کے لئے پیدا کی ہے"

اس واضح آیت سے ثابت ہے کہ اسلامی نظریہ کے ماتحت دولت پیدا کرنے کے ذرائع سب لوگوں کے لئے یکساں کھلے رکھے گئے ہیں اور ان پر کسی خاص طبقہ کی اجارہ داری تسلیم نہیں کی گئی۔۔ لیکن دوسری طرف اس کھلے دروازہ میں داخل ہونے کے بعد جو فرق انفرادی قابلیت اور انفرادی جد و جہد کے نتیجہ میں طبعی طور پر پیدا ہو جاتا ہے۔ اسے بھی اسلام تسلیم کرتا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف فرماتا ہے:۔

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۔ ۔ ۔ ۔ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ (سورہ نحل آیت ۷۲ و سورہ روم آیت ۳۸)

یعنی بعض لوگوں کو خدائی قانون کے ماتحت دوسرے لوگوں پر رزق اور دولت میں فوقیت حاصل ہو جاتی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (نیز) کیا لوگ دیکھتے نہیں کہ خدا بعض لوگوں کے رزق میں فراخی پیدا کر دیتا ہے اور بعض کے لئے تنگی پیدا ہو جاتی ہے۔"

یہ آیات پوری تشریح کے لئے مفصل بیان چاہتی ہیں۔ مگر بہر حال ان دو متقابل تعلیموں پر غور کرنے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ جہاں تک دولت پیدا کرنے کے ذرائع کا سوال ہے۔ وہ سب لوگوں کے لئے یکساں کھلے رکھے گئے ہیں۔ مگر دوسری طرف انفرادی قابلیت اور انفرادی جد و جہد کے نتیجہ میں جو فرق افراد اور اقوام کی دولت میں طبعی طریق پر پیدا ہو جاتا ہے اسے بھی خدائی قانون اور خدائی مشیت کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اور یہی وہ فطری صورت ہے جس سے حقوق کا صحیح توازن قائم رکھا جا سکتا ہے۔

انفرادی جد و جہد کا قدرتی محرک

اس کے مقابل پر اشتراکیت نے دولت اور دولت پیدا کرنے کے ذرائع کو کلیۃً حکومت کے ہاتھ میں دے کر انفرادی جد و جہد کے سب سے بڑے محرک کو تباہ کر دیا ہے۔ بے شک دنیا میں کام کے محرک بہت سے ہیں۔ مگر وہ عالمگیر محرک جو تمام محرکات سے وسیع تر اور مضبوط تر ہے۔ جس کے اثر سے کوئی فرد بشر بھی باہر نہیں کیونکہ وہ فطرت انسانی کا حصہ ہے۔ وہ اس جذبہ سے تعلق رکھتا ہے کہ انسان اپنی محنت کا پھل خود براہ راست بھی کھائے۔ مگر یہ فطری جذبہ اشتراکیت کے نظام نے بالکل کچل کر رکھ دیا ہے یہ درست ہے کہ دوسروں کی امداد کرنے اور دوسروں کی خاطر کام کرنے کا جذبہ بھی اعلیٰ فطرت انسانی کا حصہ

ہے۔ وہ اس جذبہ سے تعلق رکھتا ہے کہ انسان اپنی محنت کا پھل خود براہ راست بھی کھائے۔ مگر یہ فطری جذبہ اشتراکیت کے نظام نے بالکل کچل کر رکھ دیا ہے۔ یہ درست ہے کہ دوسروں کی امداد کرنے اور دوسروں کی خاطر کام کرنے کا جذبہ بھی اعلیٰ فطرت انسانی کا حصہ ہے اور اسلام نے اس جذبہ پر بھی بہت زور دیا ہے۔ کیونکہ یہ جذبہ انسانی تمدن پر بھاری اثر رکھتا ہے۔ مگر اسلام جو فطرت کا مذہب ہے اور تمام فطری جذبات کے توازن کو قائم رکھنا چاہتا ہے اس نے اپنی محنت کے پھل کھانے کی عالمگیر خواہش کو بھی جو ہر انسان میں پائی جاتی ہے مٹایا نہیں اور نہایت حکیمانہ طور پر دونوں کے بیچ میں رستہ نکال کر انفرادیت اور اجتماعیت ہر دو کی زندگی کا سامان مہیا کیا ہے۔

مسابقت کا فطری جذبہ

اشتراکیت ۔۔ کے نظام میں مسابقت یعنی ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی روح کو بھی کچل دیا گیا ہے۔ یہ حالانکہ یہ روح قومی اور انفرادی ترقی کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ کیونکہ اس کے نتیجہ میں نہ صرف انسانی جد و جہد میں وسعت اور تیزی پیدا ہو جاتی ہے بلکہ انسانی دماغ بھی زیادہ سوچتا اور زیادہ ترقی کرتا ہے۔ حق یہ ہے کہ یہ مسابقت کی روح جسے انگریزی میں امبیشن۱؎ کہتے ہیں ایک عظیم الشان فطری محرک ہے جو انسان کو آگے کی طرف دھکیل کر اس کی رفتار میں غیر معمولی تیزی پیدا کر دیتا ہے۔ اور اس کی وجہ سے اس کے دل میں یہ خواہش موجزن ہوتی ہے کہ میں دوسرے لوگوں سے آگے نکل جاؤں لیکن اشتراکیت کے نظام میں اس مسابقت کی روح کو اگر یکسر کچلا نہیں گیا تو کم از کم مفلوج۲؎ ضرور کر دیا گیا ہے۔

انفرادی ہمدردی و مواسات

اشتراکیت میں انفرادی ہمدردی اور مواسات کے جذبات کو بھی بری طرح کچلا گیا ہے۔ کیونکہ اشتراکیت کے نظام میں رشتہ داروں اور دوستوں اور ہمسایوں اور غریب لوگوں کی انفرادی امداد کا کوئی امکان باقی نہیں رہتا۔ بلکہ ہر قسم کی امداد کا منبع صرف حکومت بن جاتی ہے۔ حالانکہ انسانی اخلاق کی تکمیل اور ترقی کے لئے یہ پہلو بھی نہایت ضروری ہے کہ حسب ضرورت رشتہ داروں اور دوستوں اور ہمسایوں اور غریب لوگوں کی تنگی اور تکلیف کے اوقات میں انفرادی امداد اور مواسات کا راستہ بھی کھلا رہے مگر اشتراکیت نے اس جہت سے بھی انسان کو گویا صرف ایک مشین بنا دیا ہے۔ حالانکہ قدرت نے انسان کو محض مشین کے

طور پر پیدا نہیں کیا بلکہ اس کے اندر محبت اور برادری کے جذبات ودیعت کئے ہیں۔ جن کے انفرادی اظہار کے لئے رستہ کھلا رہنا چاہئے کاش اشتراکیت کے ارباب حل و عقد اس بات کو سمجھتے کہ انسان کے اندر صرف دماغ ہی پیدا نہیں کیا گیا بلکہ دل بھی پیدا کیا گیا ہے۔ پس جب تک انسانی اخلاق میں عقل۳؎ اور جذبات۴؎ ہر دو کی حکیمانہ آمیزش کا انتظام نہ ہو انسانیت کا آدھا دھڑ یقیناً مفلوج رہے گا۔

بے شک انفرادی امداد کے بعض پہلوؤں میں یہ خطرہ لاحق ہوتا ہے کہ دینے والے میں احسان جتانے اور لینے والے میں اپنے آپ کو نیچا محسوس کرنے کی طرف میلان پیدا ہونے لگتا ہے۔ مگر اس خطرہ کو اسلام نے بڑی سختی کے ساتھ روکا ہے چنانچہ ایک طرف ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص دوسرے کی امداد کر کے احسان جتاتا ہے وہ نہ صرف اس امداد کا سارا ثواب ضائع کر لیتا ہے بلکہ بھاری گناہ کا بھی مرتکب ہوتا ہے۔ اور دوسری طرف ہدایت دی ہے کہ انفرادی امداد حتی الوسع خفیہ طور پر دوسروں کو پتہ لگنے کے بغیر کی جائے تاکہ امداد دینے والے اور لینے والے کے دلوں میں کسی قسم کے ناگوار احساسات نہ پیدا ہوں۔ علاوہ ازیں اسلام یہ بھی حکم دیتا ہے کہ حاجتمند لوگ محنت کر کے خود اپنی روزی کمائیں اور حتی الوسع سوال سے پرہیز کریں۔ دوسری طرف وہ ذی ثروت لوگوں کو یہ ہدایت دیتا ہے کہ اپنے ماحول میں آنکھیں کھول کر زندگی گذارو اور غریبوں اور محتاجوں کے سوال کے بغیر خود بخود ان کی امداد کو پہنچو۔ اس مرکب اور حکیمانہ تعلیم پر قائم رہتے ہوئے یہ خطرہ کہ انفرادی امداد سے دینے والے میں بڑائی۔ اور لینے والے میں احساس کمتری کے جذبات پیدا ہونے کا امکان ہے عملاً ایک موہوم خطرہ سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔ بہر حال اسلام نے عقل اور جذبات دونوں میں نہایت درجہ حکیمانہ توازن قائم کیا ہے۔ لیکن اشتراکیت جذبات کے پہلو کو یکسر مٹا کر اس فطری توازن کو کلیۃً برباد کر رہی ہے۔

دماغی طاقتوں کی افسوسناک بے قدری

پھر طرفہ ماجرا یہ ہے اور حقیقتاً یہ ایک عجیب تضاد ہے۔ جبکہ جذبات کو مٹانے اور دل کے مقابلہ پر دماغ کو اس کے واجبی مقام سے زیادہ حیثیت دینے کے باوجود اشتراکیت کے نظام میں انسانی دماغ کی کوئی زائد قیمت نہیں لگائی گئی۔ بلکہ اصولاً وہی ہاتھ پاؤں والی عمومی پوزیشن تسلیم کی گئی ہے۔ کیونکہ اشتراکی ممالک میں اسی اصول کے مطابق افراد کا گزارہ مقرر ہوتا ہے۔ اور گو اب عملاً کسی قدر فرق ملحوظ رکھا جانے لگا ہے۔ مگر بنیادی اصول یہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے۔ اب یہ ایک مسلمہ اور تجربہ شدہ حقیقت ہے کہ جس چیز کی اس سے بالا اور ارفع مقام کے باوجود زائد قیمت نہ لگے۔ اور وہ آہستہ آہستہ اپنے مقام سے گر کر نیچے کی چیزوں کی سطح پر آ جاتی ہے۔ اس طرح اشتراکیت کا نظام درحقیقت نسل انسانی کی دماغی طاقتوں کو بھی نقصان پہنچانے کا موجب ہے گو ظاہر ہے کہ اس قسم کی باتوں کا نتیجہ فوری طور پر ظاہر نہیں ہوتا بلکہ کچھ وقت کے بعد آئندہ نسلوں میں آہستہ آہستہ ظاہر ہوتا ہے۔ مگر ہوتا یقیناً ہے۔ کیونکہ قدرت کا قانون ٹل نہیں سکتا۔

انسانی حقوق کی قدرتی تقسیم

علاوہ ازیں اشتراکیت کے نظام میں ایک بڑا نقص یہ بھی ہے کہ اس نظام میں انسانی حقوق کی قدرتی تقسیم کو ملحوظ نہیں رکھا گیا اور سارے حقوق کو ایک ہی اصول اور ایک ہی پیمانہ سے ناپا گیا ہے حالانکہ دراصل انسانی حقوق دو قسم کے ہیں۔ اول وہ حقوق جو حکومت کے ذمہ ہوتے ہیں۔ مثلاً عدل و انصاف کا قیام ملکی عہدوں کی تقسیم، ترقی کے رستوں کا سب کے واسطے یکساں کھلا ہونا وغیرہ وغیرہ۔ اور دوسرے وہ حقوق جو یا تو فطری قویٰ کے نتیجہ میں انسان کو حاصل ہوتے ہیں اور یا انفرادی جد و جہد کے نتیجہ میں پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً کسی شخص کا عقل و خرد میں دوسروں سے آگے ہونا یا زیادہ محنت کا عادی ہونا یا زیادہ اچھے طریق پر کاموں کو سرانجام دینا وغیرہ ایک زائد وصف ہے۔ جو بعض لوگوں میں ہوتا ہے اور بعض میں نہیں ہوتا۔ حقوق میں یہ طبعی تفاوت اتنا ظاہر و عیاں ہے کہ کوئی عقلمند انسان اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ لیکن اشتراکیت نے ان ہر دو قسم کے حقوق کو ایک ہی چیز قرار دے کر اور ایک ہی قانون کے ماتحت لا کر بالکل خلط ملط کر دیا ہے۔ مگر اس کے مقابل پر اسلام نے حقوق انسانی کی اس فطری تقسیم کو پوری طرح ملحوظ رکھ کر ہر ایک کے مناسب حال علیحدہ علیحدہ احکام جاری فرمائے ہیں۔ چنانچہ اسلام نے پہلی قسم کے حقوق میں جن کا ادا کرنا حکومت کے ذمہ ہے کامل مساوات قائم کی ہے اور کوئی امتیاز روا نہیں رکھا لیکن دوسری قسم کے حقوق میں جو مختلف لوگوں کے انفرادی قویٰ اور انفرادی کوشش سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایک نہایت درجہ حکیمانہ نظام کے ماتحت سمونے کی تو ضرور کوشش کی ہے۔ لیکن جبر کے طریق پر دخل دے کر ان سارے فرقوں کو یکسر مٹانے کا ظالمانہ طریق اختیار نہیں کیا۔ اور حق یہ ہے کہ ان فرقوں کو مٹایا بھی نہیں جا سکتا۔ مثلاً دماغی قویٰ کے فرق کو کون

۱؎ Ambition
۲؎ Paralysed
۳؎ Reason
۴؎ Sentiment

مٹا سکتا ہے؟ انفرادی جد وجہد کے ذوق کو کون مٹا سکتا ہے؟

خارجی سہاروں پر ناواجب بھروسہ

اشتراکیت اور سرمایہ داری ہر دو نظاموں میں یہ بھاری نقص بھی ہے کہ وہ انسان کو جد وجہد کے میدان سے نکال کر اور گویا کلیۃً خارجی سہاروں پر بٹھا کر غافل کر دینا چاہتے ہیں۔ کیونکہ سرمایہ داری تو دولت مندوں کے لئے جمع شدہ خزانوں کا سہارا مہیا کر کے غفلت پیدا کرتی ہے۔ اور اشتراکیت عوام کو حکومت کے کھونٹے سے باندھ کر غافل رکھنا چاہتی ہے۔ لیکن اس کے مقابل پر اسلام کا نظام انسان کو ہر وقت جد وجہد کے میدان پر کھڑا رکھتا ہے اور خارجی سہارے صرف اس حد تک مہیا کرتا ہے کہ وہ غفلت کا موجب نہ بنیں اور یہی صحیح فطری طریق ہے۔ جس سے ایک طرف تو انسان میں انفرادی کوشش اور انفرادی جد وجہد کی کیفیت زندہ رہتی ہے اور افراد کا دماغ ہوشیار اور چوکس رہنے پر مجبور ہوتا ہے۔ اور دوسری طرف خاص خطرہ کے اوقات میں کسی قدر خارجی سہاروں کا آسرا بھی میسر رہتا ہے۔

یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ افراد کی معیشت کے متعلق حکومت کا ہر حال میں کلی طور پر ذمہ وار بن جانا ایک ایسا غیر فطری سہارا ہے۔ جیسا کہ جمع شدہ خزانوں پر کسی شخص کا غافل ہو کر بیٹھ جانا۔ بے شک کسی قدر درجہ کا فرق ضرور ہو گا لیکن ہر عقلمند انسان آسانی کے ساتھ سوچ سکتا ہے۔ کہ دراصل اس جہت سے ان دونوں نظاموں کی نوعیت اور بنیادی نظریہ ایک ہی ہے کہ وہ انسان کو جد وجہد کے میدان سے نکالتے ہیں اور صحیح نظریہ صرف اسلام کا ہے جو ہر فرد کو خواہ وہ امیر ہے یا غریب اپنی ضروریات زندگی کے لئے ہر وقت چوکس رکھتا ہے اور امداد بہم کر غافل ہونے سے بچاتا ہے۔

روحانیت کا کامل فقدان

مذہبی رجحان رکھنے والے لوگوں کے لئے خواہ وہ مسلمان ہیں یا عیسائی یا یہودی یا بدھ یا ہندو یا سکھ یا کوئی اور ایک خاص قابلِ توجہ بات یہ بھی ہے کہ اشتراکیت کا سارا میلان اور ذہنی ماحول مادی ہے اور عملاً بھی ان کا سارا زور مادیت ہی کے رنگ میں خرچ ہو رہا ہے۔ اور اشتراکی درسگاہوں میں بھی مذہبی تعلیم بالکل ممنوع ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ اشتراکیت کے نظام میں انسان کے روحانی پہلو کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ بلکہ حق یہ ہے کہ اس نظام کے تمام کل پرزے روحانیت کو مٹانے اور کچلنے اور مذہبیت کو تباہ و برباد کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ اسی لئے خواہ اشتراکیت اپنے منہ سے خدا کے عقیدہ کے خلاف کچھ بولے یا نہ بولے اس کا عملی اثر نمایاں طور پر دہریت کی صورت میں ظاہر ہو رہا ہے۔ اور اس طرح اشتراکیت نے گویا انسانیت کے نصف بہتر دھڑ کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔ اور کمیونسٹوں کی نئی نسل عملاً ایک دہریہ نسل ہے۔ جس میں کسی خدا پرست کو ڈھونڈنا ایک عبث فعل سے زیادہ نہیں۔ اور اگلی نسلوں کا تو بس خدا ہی حافظ ہے۔

روس کا آہنی پردہ

اشتراکیت کے نظام کی راز داری بھی اس کے باطل ہونے کی دلیل ہے۔ روس کا آہنی پردہ ایک معروف حقیقت ہے جسے بچہ بچہ جانتا ہے اگر اشتراکیت حقیقتاً ایک رحمت اور بنی نوع انسان کے لئے واقعی مفید اور بابرکت چیز ہے تو اس راز داری کے کیا معنے ہیں؟ روس کے دروازے غیر ملکی مبصروں کے واسطے کیوں بند ہیں؟ اشتراکیت کے پرچارک دوسرے ممالک میں خفیہ نفوذ کا طریق کیوں اختیار کرتے ہیں؟ تاریخ عالم کا مطالعہ اس بات پر زندہ گواہ ہے کہ دنیا میں کوئی صداقت کبھی راز داری کے رنگ میں ظاہر نہیں ہوئی بلکہ ہمیشہ ایک کھلی حقیقت بن کر آتی ہے۔ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم تک اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر موجودہ زمانہ تک جتنے بھی مصلح دنیا کے مختلف ممالک میں آئے ہیں۔ اُن سب نے بلا استثناء اپنے اصولوں کا ڈنکے کی چوٹ اعلان کیا ہے اور ان اصولوں کی تبلیغ میں کبھی بھی کوئی راز داری نہیں برتی۔ تو پھر سوچنے کا مقام ہے کہ اشتراکیت میں یہ راز داری کیوں ہے؟ کمیونزم کے متاع کو دنیا کی کھلی منڈی میں کیوں نہیں لایا جاتا؟ اشتراکی ممالک میں دوسرے خیالات اور نظریات کی پُر امن تبلیغ و اشاعت کو کیوں روکا جاتا ہے؟

ہمارے معاونین

۱۔ مکرم نائب ناظر صاحب دعوۃ و تبلیغ نے قریباً تیس خریدار دیئے۔

۲۔ مکرم محمد تقی صاحب ہیڈ ماسٹر بورسٹل جیل لاہور نے مبلغ ۲۴ روپے عطیہ دیا۔

۳۔ مکرم محمد اسمٰعیل صاحب وکیل یادگیر نے ۱۰ خریدار دیئے۔

۴۔ مکرم مرزا ظہیر الدین منور احمد صاحب انسپکٹر بیت المال نے ۶ خریدار دیئے۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔

دوسرے مخیر احباب سے بھی گذارش ہے کہ بدر کی اعانت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

(مینیجر اخبار بدر)

زکوٰۃ مرکز میں بھجوانی ضروری ہے

اسلام نے زکوٰۃ کا فریضہ انفرادی نہیں بلکہ جماعتی فریضہ قرار دیا ہے جس کے معنے یہ ہیں کہ کوئی مسلمان از خود زکوٰۃ کو اپنی منشا کے مطابق تصرف میں نہیں لا سکتا ہے۔ بلکہ اسلامی بیت المال میں پہنچانا اس کا فرض ہے۔ اور خلیفہ اور امام وقت کی ہدایات کے مطابق زکوٰۃ کا تقسیم کیا جانا ضروری ہے۔ سب جگہوں اور مقامات کی زکوٰۃ مرکز اسلام میں جمع ہونی چاہیئے۔ اور وہاں سے مستحقین میں تقسیم ہونی چاہیئے۔ اس طریق اور نظام کا بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ زکوٰۃ ادا کرنے والے ریاکاری من و احسان کرنے سے محفوظ رہتے ہیں۔ اور زکوٰۃ لینے والے قوم کے افراد کے سامنے کسی رنگ میں شرمندہ نہیں ہوتے کیونکہ کوئی خاص فرد ان کو اپنے ذاتی مال میں سے یہ رقم نہیں دے رہا بلکہ خدا کا قائم کردہ نظام یہ اموال ان میں تقسیم کرتا ہے اور نظام کو ایک جماعتی حیثیت حاصل ہے۔ کسی فرد کا شخصی دخل اس میں نہیں۔ پس اسلام کا مقرر کردہ طریق زکوٰۃ دینے والے کے لئے قرب الٰہی کے حصول کی راہ پیدا کرتا ہے۔ اور لینے والے کو احسان شرمندگی اور اپنی لاچاری پر افسوس سے محفوظ کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی نقطہ نگاہ سے بغیر نظام کے زکوٰۃ ادا کرنے والے کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔ جماعت احمدیہ کے لئے خوشی اور مسرت کا مقام ہے کہ ان کا نظام منہاج نبوت پر قائم ہے۔ اور اسلام کے قرونِ اولیٰ کی طرح ان کے ہاں بیت المال اور سلسلہ خلافت موجود ہے۔ پس جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان کے جملہ ایسے احباب جن پر زکوٰۃ فرض ہے۔ ان کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ اپنے ذمہ واجب زکوٰۃ مرکز قادیان میں بنام محاسب صاحب صدر انجمن احمدیہ ارسال فرمائیں۔ اگر کسی جگہ کچھ حصہ زکوٰۃ مقامی طور پر خرچ کرنے کی ضرورت محسوس ہو تو اس کی تفصیل ارسال کر کے نظارت ہذا کے معرفت سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز سے منظوری حاصل کرنی ضروری ہوگی۔ (ناظر بیت المال قادیان)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں

کہ

"واضح رہے کہ صرف زبان سے بیعت کا اقرار کرنا کچھ چیز نہیں ہے۔ جب تک دل کی عزیمت سے پورا پورا عمل نہ ہو پس جو شخص میری تعلیم پر پورا پورا عمل کرتا ہے۔ وہ اس میرے گھر میں داخل ہو جاتا ہے۔ جس کی نسبت خدا تعالےٰ کی کلام میں یہ وعدہ ہے۔

"انی احافظ کل من فی الدار"

یعنی ہر ایک جو تیرے گھر کی چار دیوار کے اندر ہے میں اس کو بچاؤں گا۔ اس جگہ یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ وہی لوگ میرے گھر کے اندر ہیں جو میرے اس خاک و خشت کے گھر میں بود و باش رکھتے ہیں۔ بلکہ وہ لوگ بھی جو میری پوری پوری پیروی کرتے ہیں میرے روحانی گھر میں داخل ہیں۔" (کشتی نوح)

احباب کو چاہیئے کہ سیدنا حضرت اقدس علیہ السلام کے مندرجہ بالا ارشاد کو مدنظر رکھیں اور اعمال بجا لائیں جو ان کو حفاظت الٰہی میں داخل کرنے کا موجب ہوں۔ (ناظر تعلیم و تربیت قادیان)

Iron Curtain

رشوت ستانی کے بارہ میں ایک ضروری ارشاد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت ستانی کے متعلق ایک نہایت قیمتی اصول بیان فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں۔ اعمال اور اہل کار بہت سا مال حرام ڈالی کے نام پر ہضم کر جاتے ہیں۔ اور اسے ناجائز نہیں سمجھتے۔ وہ اسے تحفہ یا ہدیہ کے نام موسوم کرتے ہیں۔ یہ نہیں دیکھتے کہ یہ تحفے ان کو اپنے منصب کے لحاظ سے مل رہے ہیں اور اس پردے میں وہ رشوت کھا رہے ہیں ہدیہ اور تحفہ صرف وہ چیز ہے۔ جو ایک دوست دوسرے دوست کو جو برسر کار نہیں محض بلحاظ دوستی کے دیتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ حُمَیْدِ السَّاعِدِیِّ قَالَ اسْتَعْمَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِّنَ الْاَزْدِ یُقَالُ لَہٗ ابْنُ اللُّتْبِیَّۃِ عَلَی الصَّدَقَۃِ فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ ھٰذَا لَکُمْ وَھٰذَا اُھْدِیَ لِیْ فَخَطَبَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللّٰہَ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ اَسْتَعْمِلُ رِجَالًا مِّنْکُمْ عَلٰی اُمُوْرٍ مِّمَّا وَلَّانِیَ اللّٰہُ فَیَاْتِیْ اَحَدُھُمْ فَیَقُوْلُ ھٰذَا لَکُمْ وَھٰذِہٖ ھَدِیَّۃٌ اُھْدِیَتْ لِیْ فَھَلَّا جَلَسَ فِیْ بَیْتِ اَبِیْہِ اَوْ بَیْتِ اُمِّہٖ فَیَنْظُرَ اَیُھْدٰی لَہٗ اَمْ لَا (متفق علیہ)

حضرت ابو حمید الساعدیؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ ازدس سے ایک شخص کو جس کا نام ابن لتبیہ تھا۔ زکواۃ کی وصولی کے لئے عامل بنا کر بھیجا۔ جب وہ مدینہ میں واپس آیا۔ تو اُس نے مسلمانوں کو کہا۔ کہ یہ مال زکواۃ کا ہے۔ جو میں بیت المال کے لئے جمع کر کے لایا ہوں۔ اور یہ مال ہدیہ ہے۔ جو مجھے تحفہ کے طور پر دیا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ بات سنی، تو خطبہ فرمایا۔ خدا کی حمد و ثنا بیان کی اور اس کے بعد فرمایا۔ کہ:۔

”میں تم میں سے بعض آدمیوں کو ان امور پر جو خدا نے میرے سپرد کئے ہیں۔ عامل بناتا ہوں۔ ان میں سے ایک جب واپس آتا ہے۔ کہ یہ مال تمہارا ہے اور یہ مال مجھے تحفتاً دیا گیا ہے۔ یہ آدمی اپنے باپ کے گھر یا اپنی ماں کے گھر کیوں نہ بیٹھ رہا۔ پھر دیکھتا کہ کیا لوگ اُسے تحفے دیتے یا نہیں۔“

حضور علیہ السلام کے اس ارشاد کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر ایک احمدی کو محاسبہ کرنا چاہیئے۔ کہ کیا میں اس ہدایت پر عمل کر رہا ہوں۔ یا میرا نفس مجھ کو دھوکا دے رہا ہے۔

مرزا برکت علی آف آبادان
حال قادیان

خدا ہی ہے ہر ڈوبنے کا سہارا

از نتیجۂ فکر قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل

خدا ہی ہے ہر ڈوبتے کا سہارا　　وہ دیکھو نظر آ رہا ہے کنارا
جہاں نقش پا اپنے ہادیؐ کا دیکھا　　وہیں سجدۂ عجز میں نے گذارا
کوئی بات تو ہے کوئی راز تو ہے　　کہ ہے ذکر ہر جا ہمارا تمہارا
بڑھے جاؤ مستی کے عالم میں آگے　　ندا آ رہی ہے ھلمّوا السکارٰی
قریب آ گئی کامیابی کی منزل　　ہے وہ سبز گنبد وہ ابیض منارا
کوئی رات کی بات ہے ”ماہِ نخشب“　　درخشاں رہے گا ہمارا ستارا
مجھے سیدھی راہ پر الٰہی چلانا　　نہ تفریط و افراط ہو و ولضا رہی
قلیل من الآخرین اُمّتے حق　　ہو کیوں خوف کثرت قاتل خدارا
مخاصم گروہوں کو یا رب دکھا دے　　جو آخر اب والوں نے دیکھا نظارا
جو ہیں مصلح کل وہ تو کرتے ہیں دائم　　برادر سے نرمی عدو سے مدارا
شکست اہل باطل ہی پاتے رہے ہیں　　کوئی اہل حق سے نہ میداں میں ہارا

بھسم کر کے رکھ دے گا اک روز اکمل
سحر گاہی آہوں کا میری شرارا

مختلف مقامات میں یوم مصلح موعود کس طرح منایا گیا

کلکتہ۔ ۲۰ رفروری ۵۳ء؁ بعد نماز مغرب انجمن احمدیہ ہال میں زیر صدارت جناب الحاج منشی محمد شمس الدین صاحب امیر جماعت احمدیہ کلکتہ جلسہ منعقد ہوا۔ تلاوت و نظم کے بعد مکرم محمد احمد صاحب غوری زعیم خدام الاحمدیہ نے ”مصلح موعود کی شان“ پر تقریر کی۔ اور خورشید حسین صاحب نے حضرت مسیح موعود کی ایک عظیم الشان دعا اور اس کی معجزانہ قبولیت پر ایک مضمون پڑھ کر سنایا۔ بعدہٗ محمد شہاب الدین صاحب سیکرٹری مال نے حضرت امیر المومنین کا ملفیہ بیان پڑھ کر سناتے ہوئے ۲۳ رفروری ۵۴ء؁ کے خطبہ کا چشم دید حال سنایا۔ اسکے بعد محمود احمد سلیم صاحب نے ایک مضمون سنایا اور بعد ازاں خاکسار نے ”اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے اب بھی کلام کرتا ہے“ پر تقریر کی۔ اور پیشگوئی مصلح موعود پر روشنی ڈالی۔ آخر میں صدر صاحب نے مختصر تقریر کرتے ہوئے بتایا کہ ہمارا فرض ہے کہ پیشگوئی کو بار بار اپنے سامنے لائیں اور اپنی ذمہ داریوں کو پورا کریں جو اس برکت کیوجہ سے ہم پر عائد ہوتی ہیں۔ بعد دعا جلسہ برخواست ہوا۔ (خاکسار بدر الدین احمد قائد خدام الاحمدیہ کلکتہ)

کانپور۔ ۲۰ رفروری بعد نماز جمعہ ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں مکرم مولانا بشیر احمد صاحب فاضل مبلغ جماعت احمدیہ نے پیشگوئی مصلح موعود پر سوا گھنٹہ تقریر فرمائی۔ اس پر جامع مانع طور پر روشنی ڈالی۔ اور بتایا کہ کس طرح یہ اہم پیشگوئی سیدنا حضرت امیر المومنین امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ذریعہ پوری ہو رہی ہے اور ساتھ ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ثبوت بن رہی ہے۔ بعد دعا جلسہ برخواست ہوا۔

(خاکسار محمد لطیف سیکرٹری امور عامہ)

درخواستہائے دعا

۱۔ ملک جلال الدین صاحب تاجر حال مقیم کراچی کی اہلیہ صاحبہ چند دنوں سے سخت بیمار ہیں۔ اور ہسپتال میں داخل ہیں تمام بزرگان سلسلہ اور درویش بھائیوں سے ان کی صحت یابی کے لئے دردمندانہ درخواست دعا ہے۔

(ملک محمد بشیر احمد درویش قادیان)

۲۔ خاکسار کا لڑکا عزیز سید عبد اللہ اسلم آئندہ ۲۳ رفروری کو میٹرک کے امتحان میں شریک ہو رہا ہے۔ احباب کرام سے عزیز موصوف کی شاندار کامیابی کے لئے درخواست دعا ہے

خاکسار سید محی الدین احمد عفی عنہ از سونگھڑہ اڑیسہ

۳۔ برادر چوہدری عزیز احمد صاحب بی۔ اے واقف زندگی نائب ناظر بیت المال لمبے عرصہ سے بیمار چلے آتے ہیں۔ احباب خاص طور پر اس قیمتی وجود اور خادم سلسلہ کی شفایابی کے لئے دعا فرمائیں۔

برکات احمد راجیکی

مشرقِ وسطیٰ کے اسلامی ممالک میں بڑی بے چینی اور تشویش

(از جناب مولانا محمد شریف صاحب فاضل مبلغ بلادِ عربیہ)

آج کل مشرقی ممالک تین حصوں میں منقسم ہیں۔ مشرق۔ مشرقِ وسطیٰ اور مشرقِ اقصیٰ۔ مشرق کا لفظ ہندوستان، چین اور روس کے ایشیائی حصہ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ مشرقِ وسطیٰ سے فارس، ٹرکی، عراق، بلادِ شام یعنی سوریا، لبنان، اردن اور فلسطین، جزیرہ عرب اور اس کے محتمات اور مصر و سوڈان مراد لئے جاتے ہیں۔ اور مشرقِ اقصیٰ کا لفظ جزائر شرق الہند وغیرہ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

مشرقِ وسطیٰ آجکل کن حالات میں سے گزر رہا ہے؟ ہندوستان سے قریب ترین ملک فارس ہے۔ اگر ملک فارس کی حالت پر نظر ڈالیں۔ تو گذشتہ چار پانچ سال کے واقعات چشم بینا اور گوش ہوش رکھنے والوں کے لئے حیران کن ہیں۔

شاہ فارس نے اپنی بیوی کو جو ایک شہزادی اور شاہ مصر کی ہمشیرہ تھی طلاق دیدی، اور اس شہزادی کو بجائے اپنے ملک کی ایک غیر شاہ زادی سے شادی کر لی۔

شاہ فارس پر ایک جان فروش (فدائی) نے گولی چلائی جس سے شاہ فارس اپنی خوش بختی سے بچ نکلے۔ فارس کے ایک وزیر اعظم رزم آراء نے جام شہادت نوش کیا۔

فارس کی اقتصادی حالت دگرگوں ہے انگریزوں کی ایک غلطی کی وجہ سے اینگلو ایرانین آئل کمپنی کا جھگڑا اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور وہی ایران جو مدت سے انگریزوں کا دوست تھا۔ اب ایک ایسا ملک بنا ہوا ہے۔ جس سے انگریز صرف اسی ڈر کے مارے نکل جانے پر مجبور ہو گئے۔ کہ کہیں ایران سے دست و گریبان ہوتے ہوئے روس سے ہی ٹکر نہ لگ جائے۔ اور فارس کے روس کا حلیف بن جانے پر مشرقِ وسطیٰ سے ہی ہاتھ نہ دھونے پڑیں۔ اور فارس دوسرا کوریا ہی نہ بن جائے جس میں بارہ تیرہ ملکوں کی فوجوں کے نبرد آزما ہونے کے باوجود زک پر زک اُٹھانی پڑے۔ اور "ابن فارس" کا الہام مورخہ ۵ر دسمبر ۱۹۵۰ء مندرجہ رسالہ مسلم سنرائز امریکہ بابت جنوری، مارچ ۱۹۵۱ء:-

"The wall of Zend That has fallen and The wall of Zend That has not fallen"

بہت جلد پورا ہو جائے۔ اور تیسری عالمگیر جنگ پورے زور سے شروع ہو جائے۔

فارس میں شاہی جاگیروں کا تقسیم ہو جانا اور چھوٹے چھوٹے کاشتکاروں کا آناً فاناً زمیندار بنایا جانا، اور آئے دن کے جلوس اور انقلابات بتلا رہے ہیں۔ کہ فارس پر روس کا دباؤ بڑھ گیا ہے اور فارس روسی نظریات کو اپنا رہا ہے۔

فارس کے ساتھ عراق کی حدود ملتی ہیں۔ اور عراق جو گذشتہ زمانہ میں صرف کھجوروں کا ملک تھا۔ اب اپنے تیل کے چشموں کی وجہ سے برطانیہ کے لئے ریڑھ کی ہڈی قرار پا چکا ہے۔ اور برطانیہ اس کے بغیر لڑائی کے دنوں میں خصوصاً اور امن و امان کے ایام میں عموماً چند ماہ سے زیادہ اپنی نقل و حرکت قائم نہیں رکھ سکتا۔ یہی عراق اب گذشتہ چار پانچ سال سے برطانیہ کے لئے باعث تشویش بن چکا ہے۔ وزارتیں بنتی ہیں اور ٹوٹتی ہیں۔ اور امن وامان بھی مفقود ہو چکا ہے۔ اور دستوری زندگی کالعدم ہو چکی ہے۔ اور یہ مطالبہ بھی بڑے زور سے متواتر کیا جا رہا ہے۔ کہ جس طرح فارس نے اپنے تیل کے چشموں کو ملک کی ملکیت قرار دیدیا ہے۔ اسی طرح عراق بھی اس کے نقش قدم پر چلے اور انگریزوں کو بیک بینی و دو گوش اپنے ملک سے باہر نکال دے۔ کمیونسٹ بھی سرگرم عمل ہیں۔ اور باوجودیکہ نوری پاشا سعید کے ہاتھ سے کئی پرجوش عراقی عرب کمیونسٹ کامریڈ دار و رسن سے دوچار ہو چکے ہیں۔ مگر پھر بھی کمیونسٹوں کا زور روز بروز عراق میں بڑھتا جا رہا ہے۔ اور مظاہرات پر مظاہرات ہوتے رہتے ہیں۔ اور آجکل تو عراق میں بھی فوجی حکومت قائم ہے۔ جس کا مطلب ہی یہ ہے۔ کہ عراق کے لوگوں میں اس قدر جوش و خروش ہے کہ حکومت سوائے گولی و بارود کے لوگوں کو کنٹرول میں نہیں رکھ سکتی

شام میں جو کچھ ہؤا اور ہو رہا ہے۔ وہ اس قدر مشہور و معروف و زبان زد خلائق ہے۔ کہ "عیاں را چہ بیان" کا مصداق ہے۔ وہ دستوری حکومت جو اہل شام کی پچیس سالہ جد و جہد کے بعد بنی تھی۔ اور جس کے "آزی" پریذیڈنٹ شکری بیگ قوتلی تھے۔ وہ ایک ہی رات میں اہلِ شام نے اُلٹ کر رکھ دی۔ اور سرحسینی زعیم نے اپنی مطلق العنان حکومت (ڈکٹیٹر شپ) قائم کر لی اور شکری بیگ قوتلی کو شام سے بھاگ کر مصر میں پناہ لینی پڑی۔ تھوڑے ہی دن گذرے تھے۔ کہ دوسرے ڈکٹیٹر ملے نے حسینی زعیم کو موت کے گھاٹ اتار کر اپنی فوجی، ڈکٹیٹر شپ، قائم کر لی۔ ایسے فوجی انقلابات میں ملکوں کے جس قدر پولٹیکل دماغ رکھنے والوں کے سر قلم ہوتے ہیں۔ اور جیل خانے آباد ہوتے ہیں سادر جَعَلُوٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً درست ثابت ہوتا ہے۔ ان سے کون واقف نہیں۔

ابھی دوسرے ڈکٹیٹر صاحب ٹھنڈا سانس نہیں لینے پائے تھے۔ کہ شام کے موجودہ ڈکٹیٹر ادیب شیشکلی نے اس کا سر قلم کر کے اپنی حکومت قائم کر لی۔ اور شام کے بڑے بڑے زمینداروں کی زمینیں لوگوں میں تقسیم ہونی شروع ہو گئیں۔ اور پارلیمنٹ معطل کر دی گئی۔ اور دستوری حکومت کی بجائے فوجی حکومت قائم ہے اور اہل شام سختی اور گرمی کا مزہ چکھ رہے ہیں شام کے ساتھ ہی بجانب غرب ایک نیا ملک ہے۔ جسے لُبنان کہتے ہیں۔ یہ ملک پہلے ملک شام کا ایک صوبہ تھا۔ جس کا دار الحکومت بیروت تھا۔ اس ملک میں دو مذہبوں کے پیرو رہتے تھے۔ عرب مسلمان اور عرب عیسائی، مغربی اقوام نے اپنا اڈہ اس ملک میں جمانے کے لئے فرنگی دفریخِ حکومت کو آلہ کار بنایا۔ اور فرنگیوں (فرانسیسیوں) نے مسلمانوں کو جو اکثریت میں تھے تین فرقوں میں تقسیم کر دیا۔ سُنّی، شیعہ، اور دُرزی اور عیسائیوں کے تمام فرقوں کو ایک مذہب قرار دے کر عیسائیوں کی لبنان میں اکثریت کا ڈھنڈورا پیٹ دیا۔ اور ڈیموکریسی کے نام پر اسے ایک علیحدہ ملک قرار دے کر یہ قانون بنا دیا۔ کہ اس ملک کا صدر جمہوریت عیسائی ہؤا کرے گا۔ اور وزیر اعظم مسلمان (یورپین عیسائیوں نے سلطنت عثمانیہ (روم) کے زمانہ میں جو منصوبہ بازیاں ملک شام میں اپنے قدم جمانے کے لئے کیں۔ ان کا ذکر بخوفِ طوالت ترک کر دیا گیا ہے)

لُبنان کی حالت کیسی ہے؟ مظاہرات پر مظاہرات ہوتے رہتے ہیں۔ وزیر اعظم لبنان (ریاض بیگ صلح) کو کسی لبنانی نے اس شبہ میں گولی سے جان بحق کر دیا کہ وہ اور شاہ اردن عبد اللہ حکومت اسرائیل سے صلح کرنے کے لئے اُدھار کھائے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ اور آخری نتیجہ ان مظاہروں اور ہڑتالوں کا یہ نکلا کہ لبنان کے صدر جمہوریت پادری مشارات کو گذشتہ ستمبر میں یکدم معزول اور لبنان سے رخصت کر دیا گیا اور کمیل شمعون کو کرسی صدارت جمہوریت پر رکھ دیا گیا۔

شام سے جانب جنوب دو ملک واقع ہیں۔ فلسطین اور اردن، فلسطین کو کنعان اور ارض مقدسہ بھی کہتے ہیں۔ فلسطین یا ارض مقدسہ کا جو حشر ہؤا وہ ایک دردناک اور عبرت انگیز قصہ ہے مسیح ناصری علیہ السلام کے نام لینے والوں نے نومبر ۱۹۴۸ء میں اسے اپنی مشہور سیاست Devide and Rule کے مطابق آرہ تقسیم سے دو حصوں میں تقسیم کر کے اس کا مغربی حصہ یہودیوں کو دیدیا۔ اور مشرقی حصہ شاہ اردن نے لاوارث اور بے دست و پا و بیکار دیکھ کر اپنی مملکت میں شامل کر لیا۔ اس آرہ تقسیم نے جیسے اگست ۱۹۴۷ء میں سرزمین ہند میں تقریباً ایک کروڑ آدمی کو بے خانماں ...... کر کے رکھ دیا تھا ۱۹۴۸ء میں اسی طرح فلسطینی عربوں کو بھی بے خانماں دربدر اور بے پر کر کے عربی ممالک میں پناہ گزین بنا کر خیموں میں داخل کر دیا اور آج فلسطین کا نام دنیا کے تازہ نقشہ میں آپ کو ڈھونڈھنے سے بھی نہ مل سکے گا۔ کچھ فلسطینی پناہ گزین آپ کو کویت کی ریت میں جلتے نظر آئیں گے۔ کچھ عراق کے تپتے ہوئے صحرا میں بے دست و پا۔ کچھ سرزمین حجاز میں۔ کچھ لبنان و شام میں، کچھ مصر اور لیبیا میں اور ایک معتد بہ حصہ اردن میں خیمہ زن اور نوحہ خوانی کرتا نظر آئے گا۔

مجلس اقوام متحدہ جو چندہ (صدقات) حکومتوں سے وصول کر کے ان میں تقسیم کر رہی ہے۔ وہ ریڈ کراس کے کارکنوں کے ذریعہ ان میں تقسیم ہوتا ہے تقسیم کرنے والے صلیبی جب دال تقسیم کرتے ہیں۔ تو ساتھ ہی ساتھ انجیل کا ایک عربی نسخہ بھی مطالعہ کے لئے دے دیتے ہیں حالانکہ ان بے چاروں کی ساری مصیبت کی ذمہ داری انجیل والوں پر ہی ہے۔ جنہوں نے ان کے ملک کو ان کی مرضی اور اجازت کے بغیر تقسیم کر کے ان کو بے خانماں کیا، جس جس ملک میں اور جہاں جہاں یہ پناہ گزین پڑے ہیں۔ وہاں ان کی طرف سے مظاہرے اور بھوک ہڑتالیں ہوتی رہتی ہیں۔ (باقی)

قادیان کے متعلق دو معزز اصحاب کے تاثرات

قصبہ بچھراؤں - دھنورہ منڈی علاقہ یو۔پی سے دو معزز صاحبان (۱) مکرم ڈاکٹر حشمت علی صاحب قادری مینیجر کوآپریٹو یونین دھنورہ (۲) شریمان سردار چودھری نرل سنگھ صاحب زمیندار و آنریری ڈائرکٹر کوآپریٹو بنک مراد آباد جو اپنے ایک ساتھی مکرم منشی عبدالرحیم صاحب فانی سابق مینیجر کوآپریٹو ناپ دھنورہ جو فروری ۱۹۵۰ء میں مع اپنے خاندان ہجرت کر کے قادیان میں آباد ہو کر سلسلہ عالیہ احمدیہ کا کام سرانجام دے رہے (ہیں) سے مورخہ ۱۶ر نومبر ۱۹۵۲ء کو قادیان کی یاد دل میں لئے ہوئے ملنے تشریف لائے اور جنہوں نے منشی صاحب کے ساتھ تمام مقامات مقدسہ و شعائر اللہ کی زیارت کر کے اسی دن شام کو سرکاری کام کی تکمیل کے سلسلہ میں واپس بٹالہ تشریف لے گئے تھے۔ اور جاتے وقت یاس و حیرت کی تصویر بن کر جلسہ سالانہ میں شمولیت کا وعدہ فرما کر چشم پرآب رخصت ہوئے تھے۔ مندرجہ ذیل تحریر اُن کے نام ارسال کی ہے۔ جو قارئین اخبار بدر کی دلچسپی کے لئے درج کی جاتی ہے:۔

"شریمان فانی صاحب و دیگر اصحاب و رہنمایان جماعت "فتح پروان" ہو۔ میں اپنے لڑکے کی شدید بیماری کی وجہ سے حسب وعدہ جلسہ سالانہ میں حاضر ہونے سے مجبور رہوں۔ ویسے تو جب سے مجھ کو آپ کے یہاں سے اخبار 'الفضل' ملتا تھا تب ہی سے قادیان جانے کا خیال تھا۔ اور جیسا کہ میں اب سے ۲۰ سال قبل شری گورو مہاراج کے دربار میں دیکھا تھا۔ میل محبت۔ سیوا بھاؤ لنگر کا انتظام۔ مسافروں کے ساتھ محبت سے پیش آنا وہ سب کچھ جناب مرزا صاحب کے دربار میں سچ مچ دیکھا۔ کسی صاحب کو تمباکو نوشی کرتے بھی نہیں دیکھا اور جدھر بھی ہم اور آپ جاتے تھے سب لوگ بڑی ہمدردی سے گفتگو کرتے تھے۔ میں اپنے دل میں سوچتا تھا کہ آپ لوگ ہمیں مہمان سمجھ کر اتنی ہمدردی کر رہے ہیں۔ لیکن جب ہم بڑی مسجد میں تھے۔ اور منارۃ المسیح سے اُتر کر کھڑے ہوئے مؤذن صاحب سے باتیں کر رہے تھے۔ چار سکھ صاحبان بھی وہاں آئے اُن کے ساتھ ایک رشی صاحب اُسی طرح تھے۔ جس طرح کہ آپ صاحبان میرے اور قادری صاحب کے ہمراہ تھے۔

جب ہم کھانا کھانے کے بعد مہمانخانہ میں گئے تھے۔ تب ایک سردار جی سے میری گفتگو کافی دیر تک ہوتی رہی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ ملک کا بٹوارہ نہ ہوتا اور جس پیمانے پر جماعت نے غریبوں کے لئے جماعتی امداد دیں شروع کی تھیں تو کچھ ہی یہاں بہشت ہی بن جاتا۔ اتنا فرمانے کے بعد سردار جی سے بولا نہیں گیا اور آپ رو پڑے۔ میں بھی خاموش تھا۔ اور جب سردار جی صاحب خاموش ہو گئے میں نمسکار کر کے واپس چلا آیا۔

اس کے بعد جب ہم اور آپ صاحبان اسٹیشن پر پہنچے تھے اور ہم سے بغلگیر ہو کر آپ واپس چلے گئے اور ہم گاڑی میں سوار ہو گئے وہاں سے کافی تعداد میں سکھ صاحبان و ہندو صاحبان امادس اشنان کرنے سوار ہوئے تھے۔ سب ہی صاحبان تعریف کرتے نہیں تھکتے تھے اور بتلاتے تھے کہ جو بھی کام جناب مرزا صاحب نے کئے وہ پبلک کی بھلائی کے لئے کئے۔ اب بھی غریب بچوں کو وظیفے وغیرہ ملتے ہیں۔ اور جس طرح بھی ہو سکتا ہے غریبوں کی امداد رہتی ہے۔ اب میں اپنی طرف سے درخواست کرتا ہوں کہ جو بھی صاحبان یو۔پی میں آیا کریں۔ میرے جھونپڑے پر ضرور بالضرور تشریف لایا کریں۔ اکثر ناظر اعلیٰ صاحب تو بریلی جایا ہی کریں گے۔ اور میں اُن صاحبان سے بھی درخواست کروں گا کہ جو احمدی جماعت کے خلاف زہر اُگلتے ہیں مہربانی فرما کر وہاں جا کر ضرور بالضرور دیکھیں اور بعد اپنا نام مجاہد قادیان رکھیں۔ میں پھر دوبارہ عرض کرتا ہوں کہ جو صاحبان اپنے نام کے بعد مجاہد قادیان کی دُم لگائے پھرتے ہیں (قبل ازیں مراد مخالفین سلسلہ قادیان کو فتح کرنے والے ہیں) وہ ضرور بالضرور جا کر دیکھیں اور اپنا شک رفع کریں۔ اپنی دھارمک کتب کا مطالعہ بغور کیا کریں۔ اور مذہبی کتب کو اچھی طرح سمجھ کر مجاہد کا خطاب حاصل کریں۔ چاہے آپ کسی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ بغیر کسی چیز کو دیکھے اس کا فوٹو نہیں آسکتا۔

سب صاحبان کو فتح عرض ہو۔

(دستخط بخط اردو) نرل سنگھ موضع فتح پور چھتیرہ ڈاکخانہ بچھراؤں ضلع مراد آباد۔ یو۔پی ۲۱ر دسمبر ۱۹۵۲ء۔

(بخط گورمکھی) فانی صاحب میرے اس مضمون کو اخبار بدر میں شائع فرما کر میرے نام یہ اخبار جنوری ۱۹۵۳ء سے جاری کروا دیں۔ میں اپنی لائبریری میں رکھنا چاہتا ہوں۔ دستخط بخط گورمکھی نرل سنگھ

خدا تعالیٰ کی محبت

سیدنا حضرت اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ :-

"جب قیامت کے دن سب لوگ خدا تعالیٰ کے سامنے پیش ہوں گے۔ تو انبیاء کے بعد سب سے مقدم وہ شخص ہوگا جس کو دین کی خدمت کا نہ صرف یہ کہ معاوضہ ملا بلکہ اُسے جھاڑیں پڑیں اُسے گالیاں کھانی پڑیں۔ لیکن وہ خدمتِ دین سے پھر بھی باز نہ آیا۔"

"پس تمہارے لئے خدا تعالیٰ نے اُس نعمت کے دروازے کھولے ہیں جس کے دروازے سینکڑوں سال سے دوسروں پر نہیں کھولے گئے۔"

"یاد رکھو کہ اس وقت اشاعتِ دین کا کام تم ہی کر رہے ہو۔ تمہارے سوا اور کوئی نہیں رہا۔ دنیا میں صرف تم ہی ایک جماعت ہو خدا تعالیٰ کے دین کے جھنڈے کو اُٹھائے ہوئے ہو۔ تمہیں شکوہ ہوگا کہ تمہیں وہ لوگ ہو جنہیں خارج از اسلام کہا جاتا ہے۔ تمہیں وہ لوگ ہو جن کے خلاف مولوی اکٹھے ہو کر کفر کے فتوے لگاتے ہیں۔ لیکن یہ شکوہ کی بات نہیں اس سے تو تمہارے کام کی عظمت اور شان بھی بڑھ جاتی ہے۔" خاکسار وکیل المال تحریک جدید قادیان

سال بھر تبلیغ

بڑی بڑی لائبریریوں اور پبلک ریڈنگ روموں میں تبلیغی اغراض کے پیش نظر اخبار بدر جاری کئے جا رہے ہیں۔ آپ کو خدا نے مالی وسعت دے رکھی ہے۔ صرف چھ روپیہ سالانہ کے ساتھ سال بھر تبلیغ کر سکتے ہیں۔ اس کار خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ اور ہمیشہ قائم رہنے والا ثواب حاصل کریں۔ سلسلہ کو اب مخلصین کے تعاون کی زیادہ سے زیادہ ضرورت ہے۔ (ناظر دعوت و تبلیغ قادیان)

حیرت انگیز رعایت

قاعدہ یسرنا القرآن مطبوعہ قادیان کی مدد سے چھوٹی عمر کے بچے۔ بڑی عمر کے ناخواندہ اور انگریزی دان احباب بہت جلد قرآن پاک پڑھنا سیکھ جاتے ہیں۔ قاعدہ سفید کاغذ پر بذریعہ بلاک چھپوایا گیا ہے۔ اب اس کی قیمت میں حیرت انگیز رعایت کر دی گئی ہے۔ یعنی ۱۲ر کی بجائے ۱۰ر فی قاعدہ علاوہ محصولڈاک شرح کمیشن حسب ذیل ہے:۔

۱۲ عدد سے لے کر ۹۹ تک = ۲۰ فیصدی
۱۰۰ " ۲۹۹ " = ۲۵ "
۳۰۰ " اوپر تک = ۳۳ "

شرائط ایجنسی دفتر ہذا سے بذریعہ خط و کتابت طے فرما دیں

ملنے کا پتہ :- دفتر مینیجر قاعدہ یسرنا القرآن ضلع گورداسپور مشرقی پنجاب

ضروری اعلان

نظارت بیت المال قادیان کو ایک ضروری امر کے سلسلہ میں قاضی قیصر علی صاحب ولد قاضی اصغر علی صاحب کے موجودہ پتے کی ضرورت ہے جس دوست کو معلوم ہو یا اگر وہ خود اس اعلان کو پڑھیں تو دفتر ہذا کو اطلاع بھجوا کر ممنون فرمائیں۔ ان کا سابقہ پتہ حسب ذیل ہے:۔

مکرم قاضی قیصر علی صاحب ولد قاضی اصغر علی صاحب احمدی جماعت احمدیہ یامین بلڈنگ میرٹھ شہر (یو۔پی) (ناظر بیت المال قادیان)